فروری 2021

29
TWENTY NINE YEARS OF PUBLISHING

ماہنامہ ولی اللہ

ارمغان

₹ 25/-

ARMUGHAN, PHULAT
Muzaffar Nagar-251201 (U.P.)

پھلت، ضلع مظفر نگر (یوپی)
www.armughan.net

جمعیت شاہ ولی اللہ
JSW
Jamiat Shah Waliullah

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ماہنامہ

ارمغان

ولی اللہ

جلد۲۹ شمارہ ۲ فروری ۲۰۲۱ء مطابق جمادی الثانی ۱۴۴۲ھ

سر پرست :
حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی

مدیر
وصی سلیمان ندوی

مجلس مشاورت
☆ مولانا محمد طاہر ندوی
☆ مولانا محمد اقبال قاسمی
☆ مفتی محمد ہارون مظاہری

پتہ
دفتر ارمغان
پھلت ضلع مظفر نگر
Phulat, Distt. Muzaffar Nagar
251201 (U.P.) INDIA
Mob : +91-7060450315
9359774316 , 9412411876
e-mail : arm313@gmail.com
armuganphulat@yahoo.com
Website: www.armughan.net

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں
ہر قسم کی چارہ جوئی کیلئے مظفر نگر کی عدالت سے رجوع کیا جائے

سرکولیشن انچارج: محمّد حنیف قاسمی
سرکولیشن منیجر : عبدالقدیر انصاری
مشیر اعزازی: ایوب بھائی بارڈولی والے

چیف رپورٹر : محمد ادریس قریشی
مشیر قانونی : امجد علی ایڈوکیٹ
موبائیل : 9897354040

زرتعاون

❖ فی شمارہ 25روپے ❖ سالانہ 300روپے ❖ سالانہ رجسٹرڈ ڈاک سے 500روپے
❖ اعزازی تعاون 1000روپے ❖ بیرونی ممالک سے 30امریکی ڈالر ❖ لائف ممبرشپ 8000روپے (برائے ۲۰ سال)

پرنٹر پبلشر محمد ادریس قریشی نے ڈیلکس پریس راج مارکیٹ مظفرنگر سے چھپوا کر جمعیت شاہ ولی اللہ کیلئے پھلت ضلع مظفرنگر سے شائع کیا
(مدیر: وصی سلیمان ندوی)

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرس

☆	(اداریہ) نئی تعلیمی پالیسی، ایک لمحہ فکریہ	وصی سلیمان ندوی	۳
☆	دعوتی دروس، ایک اہم دعوتی کتاب	مولانا محمد کلیم صدیقی	۵
☆	دعوت دین کے عصری تقاضے اور دینی مدارس	ڈاکٹر وارث مظہری	۱۰
☆	قبرستانوں کی کمی ایک سنگین مسئلہ	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۱۴
☆	نسیم ہدایت کے جھونکے (انٹرویو)	ثنا حذیفہ	۱۹
☆	غزل	جناب جمال ہاشمی کھتولوی	۲۲
☆	بھارت کے مسلمان	پروفیسر جگن ناتھ آزاد	۲۳
☆	دعوتی سوالات اور میرے جوابات	جناب ریاض موسی ملیباری	۲۵
☆	الوفا باسماء النساء، ایک تعارف	مولانا مطیع الرحمٰن عوف ندوی	۲۹
☆	بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا	ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی	۳۱
☆	شہنشاہ حکمت وتدبر حضرت عبدالرحمٰن عوفؒ	مولانا راحت علی صدیقی	۳۵
☆	خبروں کی دنیا	محمد ادریس ولی اللہی	۳۷
☆	فقہی مسائل	مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی	۳۸
☆	کتاب نما	مولانا ناصر الدین مظاہری	۳۹
☆	آخری صفحہ	مولانا محمد کلیم صدیقی	۴۰

اس دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت **فروری** سے ختم ہورہی ہے، رسالہ کو مسلسل جاری رکھنے کے لئے دفتر کو اطلاع دیں یا فوراً رقم ارسال فرمائیں۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

نئی تعلیمی پالیسی

ایک لمحہ فکریہ

ابھی چند دنوں پہلے ملک کے ممتاز عالم دین، مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری مولانا سید محمد ولی رحمانی کی جانب سے نئی تعلیمی پالیسی کے سلسلہ میں فکرمندی کا اظہار کیا گیا ہے، اور اس سلسلہ میں ان کی ایک پوسٹ سوشل میڈیا کے پلیٹ فارموں پر خوب وائرل ہو رہی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندوستانی ملت اسلامیہ آج جن بے شمار مسائل و مشکلات سے دوچار ہے، اور اپنے ملی وجود کے لئے جدوجہد کر رہی ہے، ان میں ایک اہم مسئلہ نئی تعلیمی پالیسی کا بھی ہے، جسے گذشتہ ۲۹ر جولائی ۲۰۲۰ء کو موجودہ حکومت کی کیبنٹ نے منظور کیا تھا، اور بڑے شور و ہنگامہ کے ساتھ اس کا اعلان کیا تھا۔

حکومت کی نئی تعلیمی پالیسی میں متعدد ایسی باتیں پائی جاتی ہیں، جو اقلیتوں خصوصا مسلمانوں کے لئے سراسر مضر اور ان کے دین و ایمان کے لئے خطرہ ہیں، اس پالیسی کی اسی ہولناکی کے باعث حال ہی میں امارت شرعیہ بہار واڑیسہ نے اس کا مستند اردو ترجمہ کروایا، اور بڑے پیمانہ پر اس کی اشاعت کی، تاکہ پالیسی کا مسودہ ایک بار سب کی نظر سے گذر جائے اور ہمارا ذہن اس پر غور و فکر کے لئے تیار ہو سکے، جس طرح مسلمانوں کی جانب سے حکومت کے کسی اعلان یا پالیسی کے سلسلہ میں ہمیشہ مخالفانہ رویہ کا اظہار اور احتجاجی انداز ایک نامناسب عمل ہے، وہیں صریح خطرات اور اندیشوں کی موجودگی میں بے حسی اور خاموشی بھی ایک زندہ قوم کے شایان شان نہیں ہے۔ اس لئے اس پہلو پر ارباب حل وعقد کو متوجہ کرنا اور اس پالیسی کے مضر پہلوؤں سے بچنے کی تدبیریں سوچنا بھی ہم سب کی ذمہ داری ہے۔

نئی تعلیمی پالیسی میں پانچویں درجہ سے اوپر سہ لسانی فارمولہ نافذ کرنے کی بات کی گئی ہے، یہ تین زبانیں کون سی ہوں گی ان کی صراحت نہیں ہے، مگر اندازہ ہے کہ ہندی راشٹر بھاشا ہونے وجہ سے، انگریزی بین الاقوامی رابطہ کی زبان ہونے کی وجہ سے اور سنسکرت کی ترویج حکومت کے ایجنڈہ میں ہے، اس لئے یہ تین زبانیں نافذ رہیں گی، رہ گئی اردو تو وہ موجودہ پالیسی میں کہیں نظر نہیں آتی، ہندوستان کے مختلف صوبوں میں اردو زبان دوسری سرکاری زبان ہے اور اردو کے ساتھ ہندوستان کا کلچر جڑا ہوا ہے، اس کے باوجود اردو زبان کو وہ حیثیت نہیں دی گئی ہے جو دوسری زبانوں کو دی گئی ہے؛ بلکہ جن زبانوں کی ترقی کی بات کی گئی ہے ان میں بھی اردو شامل نہیں ہے؛ چنانچہ کلاسیکی زبان وادب کے فروغ کے لیے موجودہ قومی اداروں کو مستحکم کرنے اور پالی، فارسی اور پراکرت کے لیے ایک قومی ادارہ بھی قائم کرنے کی بات کی گئی ہے لیکن پوری تعلیمی پالیسی میں اردو کا کوئی ذکر تک نہیں کیا گیا ہے۔

اس پالیسی میں بار بار راشٹر واد اور بھارتیہ جیسے الفاظ استعمال کیے گیے ہیں، اس پر زور دیا گیا ہے کہ ساری نصابی کتابوں میں قومی اور بھارتیہ مواد آنا چاہیے، لیکن یہاں یہ واضح نہیں ہے کہ اس کا مفہوم کیا ہے؟ شاید اس کا مطلب یہ ہے کہ ہندوستان میں مسلم عہد حکمرانی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کے واقعات نصاب سے نکال کر ایسے واقعات کو پڑھایا جائے گا جس سے ہندتوا کی برتری کا تصور لوگوں میں پیدا ہو، اس کے لیے بعض بڑے خوب صورت الفاظ تراشے گئے ہیں، مشن نالندہ، مشن تکشلا، بھارتیہ سنسکرتی وغیرہ اور ہر جگہ بہت اجمال سے کام لیا گیا ہے تاکہ اس کے خطوط اور خدوخال کی تعیین بعد میں اپنے حسب منشا کی جاسکے۔

پالیسی کے جن امور پر لوگوں کو اعتراض ہے ان میں ایک یہ بھی ہے کہ اس پالیسی میں اقلیتوں کی تعلیمی ترقی کے لیے کچھ نہیں کہا گیا ہے اور نہ ہی کوئی ایسا طریقہء کار (میکانزم) تیار کیا گیا ہے جس سے تعلیم کے میدان میں پس ماندہ اقلیتی قبائل، ذات اور مذہب کے لوگوں کو اوپر اٹھانے میں مدد مل سکے۔ مدارس، مکاتب، گروکل اور پاٹھ شالے کو اس پالیسی میں کوئی جگہ نہیں دی گئی ہے، بلکہ ان کا ذکر تک نہیں کیا گیا ہے، اس میں دیومالائی قصے کہانیوں کو نصاب کا جز بنانے پر زور دیا گیا ہے، جیسے یہ کوئی عوامی جمہوری ملک نہ ہو کر خاص مذہب کا ملک ہو، پالیسی میں تمام مذاہب کے اعلیٰ اخلاقی اقدار اور تاریخی ورثہ کو نظر انداز کر کے صرف ایک مذہب کی بالادستی پر زور صرف کیا گیا ہے جس سے اندیشہ ہوتا ہے کہ نئی تعلیمی پالیسی ملک کو ایک خاص رخ پر گامزن کرنے کے لیے تیار کی گئی ہے۔

حضرت مولانا ولی رحمانی کی پوسٹ کا ایک حصہ یہ بھی ہے: ''بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے جب مکتب اور مدرسہ میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے والوں کو آر ایس ایس کے رضا کار لاٹھی بردار کارندے ہیڈ ماسٹر کے ذریعہ مکتب اور مدرسہ سے طلبہ کو چھڑا کر اسکول پہنچا دیں گے اور جو کچھ دینی تعلیم وتربیت کا سلسلہ ابھی جاری ہے اور مکاتب اور مدارس کے ذریعہ کام چل رہا ہے، وہ بند ہو جائیگا۔ سمجھنے والے پورے طور پر سمجھ رہے ہیں کہ مرکزی حکومت نہ جوانوں کی نوکری کا نظم کر سکتی ہے نہ ملک کی معیشت سنبھال سکتی ہے اور نہ اقتصادی صورتحال کو چست ودرست بنا سکتی ہے، وہ بس نوجوانوں سے ڈنڈا برداری کا کام لے سکتی ہے، اور دیش بھکتی کے نام پر ایسی حرکتوں کو انجام دلانے کا گُر جانتی ہے، وہ اصل مسائل سے نوجوانوں کے ذہن کو ہٹائیگی اور اس طرح کی حرکتوں میں مشغول رکھے گی۔''

مولانا رحمانی نے ذکر کیا ہے کہ پنڈت نہرو کے دور میں اسکول کی لازمی تعلیم کا منصوبہ سامنے آیا، جس کی وجہ سے مدارس ومکاتب کے بند ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا، تو مولانا منت اللہ رحمانیؒ اور ان کے ساتھیوں نے حکومت کے نمائندوں کے سامنے اپنی بات رکھی، اور مدرسہ ومکتب کو بھی لازمی تعلیم کا حصہ ماننے پر اصرار کیا، پھر اس کے مثبت نتائج نکلے، دوسرا مرحلہ ابھی چند سال قبل اس وقت آیا، جب رائٹ ٹو ایجوکیشن ایکٹ پاس کیا گیا، اور اس میں یہ پابندی رکھی گئی کہ چھ سے اٹھارہ سال تک کا انسان لازماً سرکاری تعلیمی اداروں میں ہی پڑھا کرے گا۔ اس موقع پر خود مولانا ولی رحمانی صاحب نے جناب کپل سبل اور دوسرے وزراء سے گفتگو اور کوشش کی، اور گفت وشنید نیز جدوجہد کے نتیجہ میں ایکٹ میں ترمیم ہوگئی، مدارس اور ویدک پاٹھشالہ کو بھی تعلیمی ادارہ مان لیا گیا اور مدارس سے وہ خطرہ ٹل گیا۔

کون کہہ سکتا ہے کہ ۲۰۲۰ء میں آنے والی اس نئی تعلیمی پالیسی کے سلسلہ میں بھی اسی طرح کی فکرمندی اور ملی قیادت کی طرف سے اس سلسلہ میں ایسی ہی دوراندیشی کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت نہیں ہے، حقیقت یہ ہے اس وقت صورت حال مزید نازک ہے، اور پہلے سے زیادہ دوراندیشی، اور مزید قربانی چاہتی ہے، اس کے لئے ابھی سے حوصلہ اور ہمت کے ساتھ بڑے پیمانہ پر پہلے فکرمندی اور راہ عمل مرتب کرنی چاہئے، اور پھر لمبی پلاننگ کے ساتھ اقدامات ابھی سے شروع کئے جانے چاہئیں، خاص کر خود کفیل مکاتب کا نظم ہر آبادی میں ضروری ہے، تاکہ دین کی بنیادی معلومات اور اردو اگلی نسلوں میں زندہ رہے، اور ہم بحیثیت ملت ایک بار پھر سرخرو ہو سکیں۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

"دعوتی دروس"

ملت اسلامیہ کی ایک دعوتی ضرورت کی تکمیل

مولانا محمد کلیم صدیقی

برادران وطن میں اسلام کی دعوت کا کام سکھانے کے لئے، علمائے کرام اور دعاۃ، اور عوام الناس کے لئے ہمارے یہاں جو ورکشاپ اور کیمپ لگائے جاتے ہیں، ان میں بہت سے دعوتی موضوعات پر قرآن و حدیث کی روشنی میں مرتب انداز میں دروس کا سلسلہ ایک عرصہ سے جاری ہے، جس میں الگ الگ میدانوں میں کام کے لئے مدعو کی نفسیات، حالات اور دعوتی میٹریل کے لحاظ سے تیاری کرائی جاتی ہے، مقام شکر ہے کہ اس سلسلہ کے کچھ دروس پہلی بار مرتب انداز میں کتابی شکل میں شائع کئے جارہے ہیں، جس کے سبب اب اس سے بڑے پیمانہ پر فائدہ اٹھایا جا سکے گا، اس کتاب کا مقدمہ داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی نے تحریر فرمایا ہے جسے عمومی افادیت کے پیش نظر قارئین ارمغان کے لئے پیش کیا جارہا ہے۔ مدیر

انسانی فطرت کے لئے نصاب کی اہمیت کی اس سے بڑی اور کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ خالق کائنات رب، جس نے اس پوری کائنات اور مخلوقات کو، اشرف المخلوقات انسان کی ضرورت کے لئے پیدا کیا، اور انسان کو اس پوری بارات کا دولہا اور صدر مخلوقات بنایا، اس حکیم و علیم ذات عالی نے جاہلیت کے خاتمہ کے لئے، جس معلم رسول اور خاتم النبیین ﷺ کو دنیا میں بھیجا، خود اسی نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے یہ اعلان کرایا: کہ میں جاہلیت کو اپنے قدموں کے نیچے روندنے کے لئے آیا ہوں۔ اس نے خاتم النبیین ﷺ پر اپنے دین کو مکمل کیا تو آخری حج کے موقع پر اپنے نبی کے واسطے سے، رہتی دنیا تک کے انسانوں کو یہ اطلاع بھی دی:

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (سورہ مائدہ: ۳)

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے میں نے دین اسلام کو پسند کر دیا

اللہ تعالی نے، آپ ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم کر کے اب پوری دنیا کو اپنے پلان، پروگرام اور مشیت کے مطابق ایک مدرسہ بنا دیا، جن لوگوں کو نبی خاتم ﷺ کا پیغام پہنچ گیا، اور انہوں نے اسے اخذ کر لیا اور یاد کر لیا، ان کو خیر امت کا لقب دے کر معلم و استاد، اور باقی ساری دنیا کے انسانوں کو متعلم اور شاگرد قرار دیا۔

علیم و حکیم، قادر مطلق، فعال لما یرید، علی کل شئ قدیر، خالق کائنات، جس کی ذات عالی کی شان یہ ہے:

اذا اراد شیئا ان یقول له کن فیکون (یٰسین: ۸۲)

جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے، کہتا ہے ہوجا، تو وہ ہوجاتی ہے

اس ذات عالی کو، پوری کائنات کو بنانے اور چلانے سے پہلے، کوئی پلان اور پروگرام مرتب کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس کے باوجود صحیح روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے کائنات کی تخلیق سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا، اور قرآن مجید تحریر فرما کر ''لوح محفوظ'' میں محفوظ فرمادیا، گویا مدرسہ انسانیت کے لئے، انسانیت کو سکھانے، پڑھانے اور یاد کرانے کے لئے، خیر امت کے معلمین کے لئے سب سے پہلے نصاب تیار فرمایا۔ اور اپنے علم وحکمت سے صدر مخلوقات انسان کی سب سے بڑی ضرورت کا لحاظ کرتے ہوئے اس ذات عالی نے قرآن کریم کی شکل میں جو نصاب مرتب فرمایا اس کی شان وعظمت کا قرآن مجید میں بڑی شان کے ساتھ تعارف کرایا:

لو انزلنا هذا القرآن علی جبل لرأیته حاشعا

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

متصدعا من خشیة اللہ،وتلک الامثال نضربھا للناس لعلھم یتفکرون (سورہ حشر:۲۱)

ترجمہ:اگرہم نے یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتار دیا ہوتا تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے دبا جارہا ہے،اور پھٹا پڑتا ہے، یہ مثالیں ہم لوگوں کے سامنے اس لئے بیان کرتے ہیں کہ غور کریں

کہیں ارشاد فرمایا:

الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب ولم یجعل لہ عوجا (سورہ کہف:۱)

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اوراس میں کوئی کجی نہیں رکھی۔

جس کوشروع کیا،تو ارشاد فرمایا:

الٓمٓ. ذلک الکتاب لاریب فیہ ،ھُدی للمتّقین.

(سورہ بقرہ:۲) یہ ''الکتاب'' ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے،ہدایت ہے پرہیزگاروں کے لئے۔

یعنی دنیا میں نام کے لئے کتابیں کہی جانے والی لکھی جاتی رہیں گی،مگراللہ کی بارگاہ میں ''الکتاب'' کہلائے جانے کے لائق کتاب جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں قرآن مجید ہے۔اس کتاب کا عنوان اور موضوع احکم الحاکمین خالق کائنات نے کتاب ہدایت،یعنی کتاب دعوت یانصاب دعوت رکھا ہے۔

اللہ تعالی کی اس ازلی سنت کے مطابق،اللہ تعالیٰ کی زمین میں، انسانوں کوتعلیم دینے کے لئے، جوبھی چھوٹے سے چھوٹا مکتب یا بڑے سے بڑا ادارہ قائم کیا جائے گا،کوئی بھی مدرسہ، دارالعلوم، جامعہ یااعلی تعلیمی تحقیقی ادارہ قائم کیا جائے گا،تو اس کی ترتیب یہ ہوگی کہ اپنے موضوع اور مضمون کے لحاظ سے پہلے اس ادارہ کا نصاب مرتب،مدون اور طے کیا جائے گا۔اس کے بعدوہ ادارہ قائم کرکے چلایا جاسکے گا۔ پوری انسانی دنیا کی تاریخ گواہ ہے کہ آج تک اس زمین پرکوئی چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا ادارہ ایسا قائم نہیں کیا گیا جس کے قائم کرنے والوں نے قائم کرنے سے پہلے اس کا نصاب طے اورمرتب نہ کیا ہو،انسانیت کے کسی طبقہ یا حلقہ کا نصاب طے کئے یا مرتب کئے بغیر ادارہ قائم کرنا یا چلانا بالکل اس مسافر کی طرح مہمل اورعبث ہے جس کی کوئی منزل نہ ہو۔

خالق کائنات کی شاہکار،اشرف المخلوق انسان کے وجود میں اللہ تعالی نے دومراکز رکھے ہیں،جن پراس کی پوری زندگی گھومتی ہے،اس کا دماغ جہاں اس کی فکر بنتی ہے،اوراس کا دل جہاں اس کا ارادہ اور جذبات بنتے ہیں۔دماغ کی حیثیت انسان کے وجود کے لئے پارلیمنٹ کی ہے،جہاں سے قانون اورفکر بنتی ہے۔اوردل کی حیثیت ایک ایڈمنسٹریٹوآفس اورمرکز نافذہ کی ہے جہاں سے قانون نافذ ہوتا ہے،کسی حکومت کا جیسا قانون ہوتا ہے، وہی وہاں کا ایڈمنسٹریٹوعملہ نافذ کرتا ہے۔اور پوری تاریخ گواہ ہے کہ دنیائے انسانیت میں آج تک جتنے انقلابات آئے، وہ پہلے فکر میں آئے، پھر دوسری چیزوں پران کا اثر ہوا۔اورموجودہ دور میں تو یہ بات اورزیادہ واضح اورایک حقیقت کے طور پرتسلیم کی گئی ہے، پوری دنیا جانتی ہے کہ کوئی بھی فکر یا انقلاب،نصاب اور نظام تعلیم کے ذریعہ بنیادی طور پرونما ہوتا ہے۔بقول شاعر:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

انسان کو،پوری کائنات کا صدرمخلوقات بنا کرخالق کائنات نے دوسری تمام مخلوقات کے مقابلہ میں اس کے منصب صدارت کے شایان شان اس کو ذمہ داری دی ہے،کہ وہ اپنے لئے خیروشر تلاش کرے، اور اپنی انفرادی اور اجتماعی ضروریات کے لئے مواقع تلاش کرے،اپنے خوردونوش کے لئے وسائل مہیا کرنے کے لئے کمائے،سردی گرمی اوردوسرے نقاصانات سے بچنے کے لئے گھر بنائے،اورحسب حال لباس وغیرہ کا نظم کرے،اوراپنی مختلف دینی ضروریات میں ترجیحات طے کرکے ان کو جاننے اور سیکھنے کی کوشش کرے۔اوراس عارضی گھر دنیا میں آخرت کے لئے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ذخیرہ جمع کر کے اپنی آخرت کو بہتر بنانے کی ذمہ داری کو ادا کرے

اور چونکہ اللہ تعالی انسان کی خوبیوں اور کمزوریوں سے واقف ہیں، اور اس ذات عالی کے علاوہ کون اس سے واقف ہوگا ،اللہ تعالی کے علم میں ہے، کہ انسان کی عقل بھی محدود ہے، علم بھی محدود ہے، اس لئے اس کے اہداف اور اس کے فیصلوں میں کمی یا نقص ہونا فطری ہے، اس کی وجہ سے انسان جو وقتی اور ذیلی ضروریات پوری کرنے کے لئے، جو سیکھنے اور سکھانے کا نظام یا ادارے اور شعبے قائم کرتا ہے، وہ محدود اور ناقص ہوتے ہیں، اس لئے وہ وقت وحالات، ضرورت اور تقاضوں کے لحاظ سے بدلتے رہتے ہیں، حکیم وعلیم رب کائنات کے علم میں یہ بات بخوبی تھی کہ انسانوں کے ذریعہ جو نصاب اور نظام انسان کو سکھانے کے لئے طے کیا جائے گا، وہ محدود اور ناقص ہوگا، اور اس کو بدلنا پڑے گا۔ اللہ کی رحمت کے قربان کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت اس کے مزاج اور اس کے مرکزی تقاضوں کا لحاظ کرتے ہوئے، اس کی مرکزی ضرورت اور اولین ترجیحی ضرورت کے لئے، اس کو خود اس کی عقل کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑا۔

اصل میں انسان کو اللہ تعالی نے مسافر آخرت بنا کر بھیجا ہے ،انسان اس دنیا میں ہر لمحہ مسافر ہے، اس کا ہر لمحہ اور ہر قدم آخرت کی طرف رواں دواں ہے، ایک مسافر کی سب سے مرکزی، اولین اور بنیادی ضرورت ہدایت ہے، کہ اس کو اپنی منزل اور اس پر پہنچانے والے راستہ کا صحیح علم ہو، اور اس کو اس پر چلنے کی توفیق بھی ہو۔ اگر راستہ معلوم نہیں اور آدمی غلط راستہ پر چلتا رہے، تو وہ منزل کی طرف جانے کے بجائے منزل سے دور ہوتا چلا جائے گا، اور اس کی ساری مشقت رائیگاں جاتی رہے گی، اسی طرح راستہ معلوم تو ہے مگر کسی مجبوری کی وجہ سے اختیاری یا غیر اختیاری طور پر راستہ کی رکاوٹ یا جام وغیرہ کی وجہ سے وہ منزل کے خلاف اپنا سفر جاری کرے گا، تو بھی اس کی صلاحیت، مشقت اور کوشش بیکار جائے گی اس لئے صحیح راستہ معلوم ہونے کے بعد اس پر چلنے کی توفیق بھی ضروری ہے۔ راستہ صحیح معلوم ہونے اور اس پر چلنے کی توفیق جو صرف اور صرف اللہ کی طرف سے عطا کی جاتی ہے اس کا نام ہدایت ہے اور ہدایت اللہ تعالی کی طرف سے عطا کی جاتی ہے۔ اس لئے دین رحمت اسلام نے پانچ وقت کی نماز ایک ایمان والے پر فرض قرار دی، اور ہر نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ جو خود رب کریم نے اپنی بارگاہ میں دینے کے لئے درخواست، ڈرافٹ اور املا کرا کے سکھائی ہے، جس کو خود قرآن مجید نے قرآن عظیم یعنی اصل نصاب کہا ہے، اس میں بندے کو اپنے اللہ سے صراط مستقیم کی ہدایت کی درخواست کرنا اور بھیک مانگنا سکھایا گیا ہے، اس طرح اللہ تعالی نے جہاں انسانیت کو ہدایت عطا کرنے کا نظم کیا ہے، وہاں انسانوں کو اس کا شعور عطا کرنے کا نظم بھی فرمایا ہے، کہ ایک ایمان والا یہ جان لے کہ انسانوں کی سب سے بڑی ضرورت اور اولین ترجیحی حاجت ہدایت ہے، انسان کی فطری ضرورت کا خیال کر کے انسانوں کے لئے مرکزی ضرورت اور اس کی زندگی میں ترجیحی فکر سازی کے لئے، اللہ تعالی نے ہدایت کی طرف لانے کا نصاب بنانے کی ذمہ داری محدود عقل وشعور رکھنے والے انسانوں پر نہ ڈال کر، خود کائنات کو بنانے سے پہلے قرآن مجید کی شکل میں مرتب و مدون کر کے کامل واکمل نصاب طے فرما دیا ہے، اور اس کا عنوان ''ہدی للناس'' یعنی کتاب ہدایت اور دعوت قرار دیا ہے۔

پھر خالق کائنات نے اس ازلی اور ابدی منشور ہدایت اور دعوت کے کامل نصاب قرآن مجید میں، دین ہدایت اسلام کو نور، واحد کے صیغہ میں ،اور اس کے خلاف جتنے باطل مذاہب، نظریات اور مذاہب ہیں، ان کو ظلمات کے نام سے موسوم کیا، اس لئے مدرسہ انسانیت کے وہ خوش قسمت افراد جنہوں نے نبی رحمۃ للعالمین ﷺ سے دین ہدایت کو حاصل کر کے اسے قبول کیا، اس کو خیر امت کا لقب دے کر معلم نبی ﷺ کی نیابت کے لئے منتخب کیا، ان کے لوگوں کو: لیخرجکم من الظلمات الی النور

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

(ظلمات سے نور کی طرف نکالنا) کے نصاب کے ذریعہ باطل نظریات اور مذاہب کے اندھیروں سے نکال کر اسلام کے نور سے ان کے ظاہر و باطن کو منور کرنا ان کی ذمہ داری ٹھہرائی۔ چونکہ نور کا مزاج اقدام کا ہوتا ہے، اندھیروں کا مزاج اقدام کا نہیں ہوتا اس لئے اسلام کے نور سے منور کرنے والوں کے ذمہ اقدامی عمل دعوت اور اشاعت طے فرمایا، اور قیامت تک اس دین کی حفاظت کی ذمہ داری بڑی شان کے ساتھ یہ اعلان فرما کر:

انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون (سورہ حجر:۹)

اس ذکر کو ہم نے ہی نازل کیا ہے، اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں

اپنے ذمہ لی۔ اللہ تعالی نے اپنے نبی خاتم ﷺ کی ختم نبوت کے صدقہ میں اس حق کی دعوت اور اشاعت کی ذمہ داری ہمیں نبی اکرم ﷺ کی نیابت میں عطا فرما کر، خیر امت کا لقب عطا فرمایا، اور قیامت تک امت مسلمہ کو خیر امت کے منصب پر فائز رکھ کر اس کی سر بلندی اور سرفرازی اور ہمیشہ دنیا میں سرخ رو فرمانے کا انتظام فرمایا، افسوس ہے کہ اپنی دعوتی اور اشاعتی ذمہ داری کو چھوڑ کر ہم تکلیف مالا یطاق کے دلدل میں پھنس گئے، اور اپنے ذمہ صرف دین کی حفاظت کی، وہ بھی آدھی ادھوری ذمہ داری سمجھ کر دفاعی پوزیشن پر آپڑے، اور مسلسل باطل تحریکات کے اقدامی حملوں سے جوجھ رہے ہیں، اور زندگی کے اس کھیل میں ہم جیت کے بغیر مسلسل ہار کا سامنا کر رہے ہیں۔

بھلا کسی کھیل میں ٹیم کے فارورڈ اور اقدامی کھلاڑیوں کے دستے کو کوچ صرف گول کا دفاع سکھاتا رہے، تو کیا کبھی اس ٹیم کے کھلاڑیوں کے لئے جیت کی خوشی ممکن ہے؟ مسلسل دعوت کے مشن کو بھول جانے کی وجہ سے ہم ہمیشہ دفاعی پوزیشن میں معذرت اور دفاع کرتے دکھائی دیتے ہیں، اور معذرت کے حال میں ثانوی پوزیشن میں رہتے ہیں، حال یہ ہوگیا ہے کہ ہماری دعوتی کوششوں کا محور بھی دفاعی انداز پر مرکوز ہے، بس ہماری ساری دعوت کی توجہ بھی غلط فہمی دور کرنے پر ہے، ہم دہشت گرد نہیں ہیں، اسلام یہ نہیں سکھاتا، اسلام ایسا مذہب نہیں ہے، قرآن دہشت گردی کی کتاب نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔ احکم الحاکمین علیم و حکیم خالق رب کائنات کی طرف سے، کائنات کے پیدا کرنے سے پہلے سے تیار اور طے شدہ نصاب کے عنوان سے ہمارے دور ہوجانے کی حد یہاں تک ہوگئی ہے، کہ قرآن مجید پر اس قدر علمی تفسیری کام کے باوجود (کہ دنیا کی کسی کتاب پر اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہوا کہ قرآن مجید پر کئے گئے کاموں کو اگر جمع کیا جائے تو کتب خانے کے کتب خانے بھر جائیں گے) خاکم بدہن خدام قرآن اور مفسرین اور علماء سے ہزار معذرت کے ساتھ دعوت کی راہ میں عملا کام کرنے والے ساری دنیا کے داعیوں کو ابھی تک اس ضرورت کا احساس ہے کہ دنیا کی کسی زبان میں بھی قرآن مجید کا کوئی ایسا ترجمہ یا ایسی تفسیر موجود نہیں ہے، کہ ایک داعی اپنے مدعو کو دے کر مطمئن ہوجائے کہ میں نے اس کی عقل اور سطح کے مطابق اور خاطر خواہ اس کی زبان میں قرآن مجید اس تک پہنچادیا۔ گویا قرآن مجید کا اصل موضوع اور عنوان کتاب ہدایت ہے، اور کتاب دعوت کے طور پر ہم نے عموما اس کو نہیں پڑھا ہے۔ اسی طرح معلم انسانیت اور داعی انسانیت رسول ﷺ کی کوئی سیرت بھی ایسی اسلامی کتاب خانوں میں ابھی تک نہیں ملتی، جس کو مدعو کو دے کر سو فیصد عملا دعوت کا کام کرنے والے کا دل مطمئن ہوجائے، کہ ہم نے اس کی سطح کے مطابق خاطر خواہ نبی اکرم ﷺ کی سیرت پاک اس تک پہنچادی۔

یہ کیسا المیہ اور لمحہ فکریہ ہے کہ امت دعوت کے پاس ابھی تک دعوت کا مرتب اور مدون نصاب نہیں ہے، رب کریم کے کرم کے قربان کہ موجودہ زمانہ میں اللہ تعالی نے مار مار کر سمجھا دیا ہے کہ اب امت مسلمہ کے پاس، اس مایوسی، ذلت اور آخری درجہ میں احساس کم تری اور یاس سے نکلنے کا کوئی اور راستہ دعوت کے علاوہ نہیں ہے، اس لئے خواص امت میں دعوت کی ضرورت کا احساس الحمد للہ ہو رہا ہے، اور بہت سے ادارے اپنے یہاں شعبہ دعوت

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اور تکمیل وتخصص کے شعبے قائم کررہے ہیں،مگران تخصص فی الدعوہ اور تکمیل کے شعبے چلانے والے اکثر علماء کو یہ پریشانی ہے کہ ہمارے پاس ہر موضوع کا مدوّن اور مرتب نصاب ہے،مگر دعوت کے لئے نصاب نہیں ہے۔

اور عالم عرب کی جامعات میں دعوت اسلامی کے نام سے جونصاب ہے بھی،وہ محض علمی قسم کا،تھیوریکل اور فکری نصاب ہے، جو اکثر ان لوگوں نے بنارکھا ہے جو دعوت کے سلسلہ میں میدان عمل میں نہیں ہیں۔ان میں زیادہ تر دفاعی نقطہ نظر اپنایا گیا ہے کہ اسلام پر کئے جانے والے شبہات اور غلط فہمیوں کا ازالہ کیسے کیا جائے۔کلاس میں ایسے استاد کے ذریعہ ڈرائیونگ کی تعلیم حاصل کرنے والا جو اسٹیرنگ پر بٹھائے بغیر صرف تھیوری پڑھاتا ہو، اگر وہ اس فن میں پی ایچ ڈی بھی کرلے،وہ کبھی سڑک پر ڈرائیونگ کرنے والا نہیں بن سکتا۔ڈرائیونگ اسکول کا وہی طالب علم ماہر ڈرائیور بنتا ہے جو کسی ایسے ماہر ڈرائیور کے زیر تربیت ڈرائیونگ سیکھے جو خود اسٹیرنگ پر بیٹھ کر ڈرائیونگ سکھاسکے۔اس لئے اس امت کی ذلت ورسوائی،شکستگی،احساس کمتری،محکومیت،مغلوبیت اور یاس و ناامیدی سے نکالنے کے لئے سب سے اولین ترجیحی مرکزی ضرورت یہ ہے کہ علمائے امت اور ماہرین تعلیم دین کا اقدامی،دعوتی اوراشاعتی نصاب مرتب کریں،جس کو پڑھ کر دین پڑھنے والوں میں اقدام اور حوصلہ کا مزاج بنے، یوں بھی فطرت کا ایک قانون ہے (Offence is the best defence) ساری زندگی کتاب ہدایت،کتاب دعوت قرآن مجید کو پڑھنے اور پڑھانے کا مشغلہ ہونے کے باوجود المیہ یہ ہے کہ کچھ زمانہ پہلے ایک سہ روزہ دعوتی ورکشاپ میں،جس میں ۱۸ملکوں کے ممتاز اور ذہین علماءکوشریک کیا گیا تھا،ہمارے رفقا جنہوں نے ابتدائی کوشش اور کاوش کے طور پر اپنی سطح کے مطابق دعوتی دروس مرتب کئے ہیں،انھوں نے دروس دیئے،ان دروس کے دوران اپنے اپنے اداروں میں قرآن وسنت کے تخصص کے درجات کے ذمہ دار علماء تک حیرت فرمارہے تھے۔ایک بڑے عالم دین نے بڑے درد کے ساتھ اس طرح خیال کا اظہار کیا کہ نہ جانے ہم قرآن کو کس انداز میں اب تک سمجھتے اور پڑھاتے رہے، اللہ ربنا وربکم سے صرف اور صرف یہ سمجھتے رہے کہ اللہ تعالیٰ عبداللہ کے رب بھی ہیں اور عبدالرحمٰن کے بھی،لیکن کبھی اس کا گمان بھی نہیں ہوا کہ وہ پیٹر مسیح اور جے پرکاش کے رب بھی ہیں،حالانکہ یہاں آیت میں خطاب کفار ومشرکین سے ہی ہے۔

خوشی کی بات ہے کہ ایک مرد قلندر اور داعی جناب شیخ ریاض موسیٰ مالاباری نے امت دعوت کو،دعوتی نصاب پر لانے کے لئے پہل کی،اور کچھ دعوتی دروس بھی مرتب کئے، ان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہمارے نوجوان علماء اور داعیوں نے ان دروس کو آگے بڑھایا،الحمدللہ اس سلسلہ میں کم ازکم دعوتی دروس کے نام سے مختلف موضوعات پر دروس مرتب کرنے کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے،کئی دردمند داعی جو خصوصیت سے عملا میدان دعوت میں،کام بھی کررہے ہیں،اور وہ دعوتی دروس بھی مرتب کررہے ہیں۔

اس حقیر کو خوشی ہے کہ میرے محبّ وحبیب اور بہت عزیز رفیق مولانا سراج ندوی نے اس سلسلہ میں سبقت اپنے نام لکھوائی اور مرتب شکل میں دروس انھوں نے جمع کئے،ان کو تحریری شکل میں لاکر اس حقیر کی درخواست پر انھوں نے کئی بڑے صاحب علم اور صاحب نظر فقہاء سے بھی ان کی تصحیح کرائی،اور اس مرحلہ پر پہنچادیا کہ وہ کتابی شکل میں اشاعت کے لئے تیار ہیں، میں اس سعادت وخوش بختی پر عزیزی مولوی محمد سراج ندوی کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔بدل وجان دعا ہے کہ یہ دروس امت کو اس کے دعوتی منصب پر لانے کے لئے سنگ میل ثابت ہوں اور خیر امت کے مشاہیر معلمین اور مقتدا علمائے امت کو دعوت کے لئے ازسرنو اقدامی، اشاعتی اور دعوتی نصاب مرتب کرنے کے لئے کھڑا کرنے میں معاون ومددگار ہوں۔آمین ثم آمین

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

دعوت دین کے عصری تقاضے اور دینی مدارس

دعوت دین کے موضوع کو نصاب ونظام کا حصہ بنانے کی ضرورت

ڈاکٹر وارث مظہری

ہندوستان کے دینی مدارس بلاشبہ دین کا قلعہ ہیں، دیار ہند میں دین کی حفاظت واستحکام میں جو کردار مدارس نے ادا کیا ہے، کسی اور ادارے نے ادا نہیں کیا۔ خاص طور پر مسلم عہد کے خاتمے کے بعد یہ مدارس ہی تھے جنہوں نے برصغیر ہند میں سرمایۂ ملت کی نگہبانی کا گراں قدر فریضہ انجام دیا۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کوئی بھی صاحب عقل وہوش انکار نہیں کرسکتا۔ دینی مدارس کی خدمات اور حصول یابیوں کی ایک طویل داستان ہے جس کو یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں، کیوں کہ تسلسل کے ساتھ اصحاب علم وقلم کی نگارشات اس موضوع پر سامنے آتی رہی ہیں، یہاں اس حوالے سے گفتگو کرنا مقصود ہے کہ دعوت دین کے شعبے میں مدارس کا کردار کیا ہے یا کیا ہونا چاہیے؟

حقیقت یہ ہے کہ دینی مدارس کا دینی مشن اور بنیادی تشخص دعوت کی روح کی اس میں مکمل اور واضح شمولیت کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتا، پچھلی صدیوں میں دعوت وتجدید اور سماجی اصلاح کی جو زبردست تحریکیں برپا ہوئیں، جو شاندار کارنامے تاریخ کے روشن صفحات پر ثبت ہوئے، ان کے پس پشت دینی علوم وافکار کے حامل وہ طبقات تھے، جن کی فکری اٹھان محض تعلیم وتدریس کے نپے تلے رجحان کی بنیاد پر نہیں، بلکہ دعوت وارشاد کی بنیاد پر ہوئی تھی۔ تاہم فی زمانہ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے برصغیر ہند خصوصا ہندوستان کے مدارس کی اکثریت کی سرگرمیاں محض معمول کی سرگرمیاں ہوکر رہ گئی ہوں جو اپنے لگے بندھے نظام کے تحت یک سُرے پن کے ساتھ جاری ہوں، جس میں نہ کوئی جدت ہے، نہ تنوع نہ ارتقاء، نہ اس کی کوئی مستقل فکر۔ اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ دینی مدارس کے فضلا ومنتسبین میں دعوت کا عملی مزاج اور عصری شعور پیدا کیا جائے اور اس کا محرک خالص دین اور دین سے محبت ہو، پیشہ ورانہ فائدہ نہ ہو۔

دعوت کی عملی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے بنیادی طور پر چند چیزوں کی بصیرت آمیز آگاہی ضروری ہے:

دعوت دین کی ضروریات اور تقاضے، اس کے اصول و مبادی اور طریق کار وغیرہ۔

جہاں تک پہلی چیز کا تعلق ہے، حقیقت یہ ہے کہ اہل مدارس کا ہاتھ وقت کی نبض پر نہیں ہے۔ زمانہ شناسی اور اس کی تبدیلیوں سے ہم آہنگی کا جوہر ان کے اندر نہیں پایا جاتا، حالاں کہ، زمانہ شناسی مومن کا وصف ہے۔ فقہ کا مسلمہ ہے کہ: من لم یعرف اہل زمانہ فہو جاہل (جو اپنے اہل زمانہ سے واقف وآگاہ نہ ہو وہ جاہل ہے) زمانے کے نشیب وفراز، اس کے انقلابات اور ان انقلابات کے محرکات کا علم ہی دعوت دین کے باب میں اس کی حقیقی ضروریات اور تقاضوں سے واقفیت کا مقدمہ بنتا ہے۔ بدقسمتی سے زمانی تقاضوں کے تحت فطرت کے بطن سے جنم لینے والے علوم سے دوری نے ہمارے فضلاء کی نگاہوں کو زمانے کے تقاضوں سے پھیر دیا ہے۔

عالم گیریت کے موجودہ عہد میں جہاں ایک طرف دین و عقائد کو درپیش چیلنجوں سے اہل مدارس کا باخبر ہونا ضروری ہے، وہیں مواقع کار اور امکانات کی دریافت بھی لازمی امر ہے،

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ہمارے دینی حلقوں، خصوصاً دینی مدارس کے مخصوص طرز فکر نے چیلنجوں کی تو نہایت مبالغہ آمیز انداز میں تفہیم وتشریح اور مدارس کی نئی نسلوں کو ذہن نشیں کرانے کی کوشش کی لیکن ان امکانات کو نظر انداز کر دیا جو خود اسی عہد کے بطن سے نکل کر سامنے آئے ہیں، اسلام آج اپنے اصل معنوں میں عالم گیر مذہب بن چکا ہے اور تیزی کے ساتھ نئے دلوں اور نئی زمینوں کو فتح کر رہا ہے، یہ انھی مواقع کے شعور واستعمال کا فیض ہے، خطرات اور چیلنجوں سے خوف ووحشت اور اس پر محض شور وواویلا کی اپنی کوئی اہمیت نہیں جب تک وہ عمل اور اقدام کے سانچوں میں ڈھل کر سامنے نہ آئیں۔ خطرات اور چیلنجز اپنی تمام تر سنگینیوں کے ساتھ مختلف شکلوں میں ہر دور میں دعوت اسلامی کو درپیش رہے ہیں۔ دینی مدارس کے فاضلین میں یہ شعور ضروری ہے، اس حقیقت سے آگاہی مایوسی پر غلبے اور امید وحوصلے کے ساتھ اقدام پر آمادہ کرتی ہے۔

☆ اسی طرح یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اسلام کو آج جو جنگ درپیش ہے وہ دراصل افکار ونظریات کے میدان میں لڑی جارہی ہے، سیاسی استعمار کے بعد اس کی جگہ اب فکری استعمار نے لے لی ہے۔ فکری یورش ویلغار (الغزوالفکری) کی بات مدارس کے حلقوں میں دہرائی ضرور جاتی ہے لیکن اس کا تصور محدود اور زیادہ تر مفروضات پر قائم ہے۔ یہ اپنے آپ میں اہم سوال ہے کہ کیا واقعی اس کا شعور مدارس کی نوجوان نسل کے اندر پایا جاتا ہے، جس کے شانے پر موجودہ عہد میں اسلام کے احیا وتجدید کی ذمہ داری ہے؟ اس فکری چیلنج کے صحیح ادراک کے لیے دعوت کی تیاری کے علمی نصاب میں سیاسیات، اقتصادیات، نفسیات، طبیعات، بشریات جیسے سماجی علوم کی اس حد تک معرفت ضروری ہے کہ اس کے بنیادی خدوخال ذہن میں واضح ہوسکیں۔ موجودہ دور کی تمام تر فکری گمراہیاں جن کے ڈانڈے الحاد سے جاملتے ہیں، انھی علوم کے راستوں سے آئے ہیں۔ ان علوم سے واقفیت دعوتی نصاب کا ایک اہم حصہ ہے۔ یونانی فلسفے کی کتابوں نے مدارس کے فضلا کو خیالی اڑان تو عطا کی لیکن ان علوم سے عدم آگہی نے ان کو اپنے گردوپیش سے بے خبر کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ گزشتہ تین صدیوں کے درمیان فکر ونظر کی دنیا جن انقلابات سے روشناس ہوئی ہے، مدارس کے حلقے اس سے بے خبر ہیں، ان سے باخبر ہونے اور اس باخبری کی بنیاد پر تشکیل فکر ونظر کا کوئی داعیہ بھی ان کے اندر نہیں پایا جاتا۔

☆ دعوت دین کے عمل میں ایک اہم رکاوٹ مسلکی تنازع اور کش مکش ہے۔ ہمارا دعوتی احساس ہمیں خارجی دنیا سے جوڑتا ہے، ہمیں دشمنوں کو دوست بنانے کی ترغیب دیتا ہے، لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے درمیان اس احساس کی جگہ دوسرے منفی احساسات نے لے لی ہے۔ یعنی سب سے پہلے مسلمانوں کو ہی مسلمان بنانے کی کوشش کرنا۔ اس ذہنیت نے موجودہ دور میں اسلامک اکٹوزم کو شدید نقصان پہنچایا ہے، گروہی شناخت اور مسلک پرستی پر مبنی اس ذہنیت نے داعیانہ نفسیات کو کچل کر رکھ دیا ہے۔

☆ اس ضمن میں ایک اہم مسئلہ اسلامی عقائد وافکار اور نظریات ووسائل کے عصری انطباق کا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی عقائد ونظریات کو تسلیم شدہ حقائق ودلائل کی روشنی میں لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے، تاکہ یہ نظریات انھیں آج کی کارآمد چیز محسوس ہوں، نہ کہ کل کی ازکار رفتہ۔ اس سلسلے کی اہم ضرورت جدید سائنسی تحقیقات اور فلسفیانہ نظریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے جدید علم کلام کی تشکیل وترتیب ہے۔ یونانی فلسفے کے بطن سے نکلا ہوا علمِ کلام جس پر اساتذۂ مدارس دادِ تحقیق وتقریر دیتے اور طلبہ سر دھنتے ہیں، اب اپنی اصل معنویت کھو چکا ہے۔ فکر اسلامی کا یہ باب صدیوں سے تشنہ نظر آتا ہے۔ دور جدید میں برصغیر میں اس کی باضابطہ فکر کرنے والے اور اس کے اصولوں کو مرتب کرنے کی کوشش کرنے والے سرسید احمد خاںؒ ہیں۔ حقیقتاً یہ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

سہرا انہی کے سر جاتا ہے۔لیکن سرسید کی کوششوں کو مقبولیت حاصل نہ ہوسکی۔اس لیے کہ ان کے یہاں اسلام کے مسلمہ فکری ڈھانچے کے تعلق سے ایک قسم کی بغاوت کا ذہن پایا جاتا ہے۔انہوں نے اسلامی فکر کے اس حصے کو بھی ری کنسٹرکٹ کرنے کی کوشش کی جس کے ری کنسٹرکشن یا باز تشکیل کی کوشش بلاشبہ اسلامی عقائد کے ایک بڑے حصے کو مشتبہ کردیتی ہے۔ برصغیر کے مقابلے میں مغرب اور اسلامی ممالک ایران ومصر میں اس پر حالیہ عرصے میں معیاری کام سامنے آئے ہیں۔لیکن ہمارے مدارس کی دنیا اس سے قطعاً بے خبر ہے۔اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عربی مدارس کے اکثر فیصد طلبہ وفضلا عربی کی جدید کتابوں سے استفادے کی مطلوبہ صلاحیت نہیں رکھتے۔

جہاں تک دعوت کے اصول ومبادی کا معاملہ ہے وہ اپنی روح کے اعتبار سے ہر زمانے کے لیے یکساں اور غیر تغیر پذیر ہیں، دینی مدارس میں اسلامی علوم (قرآن، حدیث، فقہ) کا ''مکمل اور جامع'' نصاب پڑھایا جاتا ہے۔ دعوت کے مبادی بار بار نظروں سے گزرتے ہیں لیکن نگاہ ان پر نہیں ٹھہرتی،اس لئے وہ ذہن وفکر کا حصہ بھی نہیں بنتے۔مسلمانوں کے علمی ودینی زوال سے قبل کے ادوار میں یہ ضرورت محسوس نہیں کی گئی کہ ان اصول و مبادی کو علاحدہ صورت میں ذہن نشیں کرانے کا اہتمام کیا جائے۔یہی وجہ ہے کہ احادیث کی کتابوں میں دعوت کا الگ سے کوئی باب کہیں نظر نہیں آتا۔لیکن اب اس کی ضرورت ایک واقعہ ہے،جس سے چشم پوشی شدید خسارے کا باعث ہے۔

اب دعوت کے اصول مبادی کو ایک مکمل مضمون کی شکل میں نصاب درس کا جز بنائے جانے کی ضرورت ہے۔ابھی حد سے بڑھی ہوئی فقہی موشگافیوں میں یہ مضمون بالکل دب کر رہ جاتا ہے، امت کے وسیع تر مفاد میں اب ان مباحث کو سمیٹ کر دعوت کے مضامین پر ارتکاز کی ضرورت ہے۔ہندستان میں دعوت کے جو امکانات پوشیدہ ہیں، ان سے اہل مدارس ناواقف نہیں ہیں۔ دراصل ان کا ''عارفانہ تجاہل'' ان امکانات کو عمل میں لائے جانے میں حائل ہے۔کیا وجہ ہے کہ مثال کے طور پر دارالعلوم دیوبند جیسے ادارے میں ابتدا میں ہندو بچے تک پڑھتے تھے (تاریخ دارالعلوم، ج:1،ص:194) لیکن اب دوسرے مسلک کے مسلمان بچے بھی یہاں تعلیم پانے سے قاصر ہیں۔یہ محض دعوتی مزاج کی کمی کا ہی نتیجہ ہے۔مثال کے طور پر اگر ہندستان کے مدارس ملک کی پسماندہ ذاتوں کو ایک مکمل حکمت عملی کے تحت خود سے قریب کریں۔عیسائی مشنریز کی طرح وہ بھی خواندگی کو عام کرنے کی مہم کو اپنے دعوتی پلان میں شامل کرلیں تو اس کے نہایت خوش آئند اثرات ونتائج سامنے آئیں گے۔قومی خواندگی کی توسیع میں مدارس کا حصہ صرف مسلمانوں تک محدود ہے۔آخر اس روایت کو کیوں نہ تازہ کیا جائے کہ دوبارہ مدارس میں غیر مسلموں کی تعلیم کے لیے گنجائش نکالی جائے۔ظاہر ہے اس کے لیے وسعت نظر کے ساتھ نصاب ونظام میں بھی ایک حد تک تبدیلی کی ضرورت ہوگی۔

پروفیسر محسن عثمانی لکھتے ہیں:

''اس ملک میں مسلمانوں کے روشن مستقبل کا انحصار بہت وسیع پیمانہ پر دعوت اور اسلام کے تعارف کے کام پر ہے،ملک کی آزادی کے وقت سے ہی ان نئی ذمہ داریوں کے لیے مدارس کو تیار ہونا چاہیے تھا،اور ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے نصاب کی تشکیل ہونی چاہیے تھی۔افتا کے شعبہ کی طرح دعوت کے شعبے قائم ہونے چاہیے تھے۔مدرسہ کا کام درحقیقت یہ ہے کہ وہ عصر جدید کے تقاضوں کے مطابق اور ملک کی فضا اور ماحول کو سامنے رکھ کر اسلام کی خدمت انجام دے۔ایسا نہیں ہوا تو علما کی کوششیں مطابق حال اور مؤثر نہیں ہوسکیں گی۔اور مدرسہ پر یہ الزام آئے گا کہ اس کا نصاب تعلیم فرسودہ ہو چکا ہے اور اس کے نتائج حوصلہ افزا نہیں ہیں''۔ (دعوت اسلام: اقوام عالم اور برادران وطن کے درمیان،ص،247)

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

دعوت کے طریقہ ہائے کار یا اس کے وسائل کی معرفت کے ذیل میں رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کو پیش نظر رکھنا چاہیے جو آنے والے زمانے کے بارے میں پیش گوئی کے طور پر بیان کی گئی ہے کہ آنے والے وقتوں میں اسلام کا حکم دنیا کے ہر کچے پکے گھر (کل بیت وبرومدر) میں داخل ہو جائے گا۔(مسند احمد) موجودہ عہد میں حیرت انگیز سائنسی پیش رفت اور وسائل دعوت کے تنوع، قوت اور کثرت کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ مذکورہ حدیث میں جس عہد کی پیش گوئی کی گئی تھی وہ یہی عہد ہے۔ پچھلی ایک صدی میں یورپ، امریکہ اور اسٹریلیا تینوں براعظموں پر اسلام کو جس معجزانہ رفتار وقوت کے ساتھ پھیلاؤ حاصل ہوا، وہ اس کی ایک بین شہادت ہے۔

اہل مدارس کے لیے ضروری ہے کہ وہ جدید وسائل دعوت سے ہم آہنگ ہوں، انھیں ان کے استعمال کی قدرت وصلاحیت ہو، اگر وہ یہ قدرت حاصل کرلیں تو وہی آلات ووسائل جو اسلام کے ہدم وتخریب کا ذریعہ تصور کئے جاتے ہیں، تعمیر وتوسیع کا ذریعہ بن جائیں گے۔

الغرض موجودہ عہد میں عالمی سطح پر دعوتی ذمہ داریوں کو انجام دینے کے لیے ایک مکمل دعوتی نصاب ونظام کی تشکیل کی ضرورت ہے۔ نصاب میں مذکورہ بالا نکات وتفصیلات کو سامنے رکھتے ہوئے مختلف اور متعدد نئے مضامین کے تعارف وشمولیت کی ضرورت پڑے گی۔ جیسے مذاہب کا تقابلی مطالعہ، مختلف تہذیبوں، طبقات اور گروہوں کے مزاج وخصوصیات سے آگہی، مقامی وبین الاقوامی زبان یا زبانوں سے آشنائی، دعوت کے سابقہ تجربات سے استفادہ کے لیے ان کا مطالعہ وتجزیہ وغیرہ۔

سلطان احمد اصلاحی نے بجا طور پر لکھا ہے کہ:

''مقام حیرت ہے کہ مدینہ منورہ کی جامعہ اسلامیہ میں تو تقابل ادیان کا مضمون شامل رہے۔ اور تعارف کی حد تک ہی سہی ہندو مذہب وہاں زیر بحث آئے۔ اور یہاں یہ جو ہمارے گھر کا مسئلہ بلکہ ہمارے اوپر سوار ہے تو ہمارے مدارس عربیہ کے نصاب سے اس کا دور دور تک واسطہ نہ رہے۔ عجیب بات ہے علم کلام کی ہماری زیر درس کتابوں میں کلام اللہ حادث ہے یا قدیم اور صفات باری تعالی اس کی عین ہیں یا لاعین اور لاغیر وغیرہ جیسے مضامین تو پڑھائے جائیں، جو محض ہمارے تاریخ علوم کا ایک حصہ ہیں اور ہندوتو کے نئے حملے کے پس منظر میں ہندو مذہب کے گہرے مطالعے کے حوالہ سے جس مطلوبہ نئے علم الکلام کی ضرورت ہے، ہمارے دینی مدارس کو اس کی ہوا تک نہ لگے''۔

(ہندوستان میں مدارس عربیہ کے مسائل ص، 114)

عالم عرب کی بعض جامعات ومعاہد میں اس سلسلے میں اچھی کوششیں کی جارہی ہیں، ان کو نگاہ میں لاکر ان سے فائدہ اٹھانا چاہیے، انگلش اور عربی میں اس موضوع پر کئی ایک تحقیقی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں، بعض کا ترجمہ اردو میں بھی ہوا ہے۔ مدارس کو انھیں ''ضالۃ المومن'' سمجھ کر اپنانا اور سینے سے لگانا چاہیے، اس سے زیادہ افسوس اور حیرت کی کوئی اور بات نہیں ہوسکتی کہ مدارس میں قدیم یونانی منطق وفلسفہ جیسے ایک حد تک پیش پا افتادہ موضوع پر تو کم از کم آدھ درجن کتابیں شامل درس ہوں لیکن ایسی کوئی کتاب اس میں شامل نہ ہو جو دعوتی ذہن کی پرداخت میں معاون ہو۔۔ دعوتی مقاصد کے لیے نصاب میں ضروری تبدیلیوں کے ساتھ نظام کی سطح پر بھی شروع سے اخیر تک ایسے ماحول کی تشکیل ضروری ہے جس میں داعیانہ مزاج کی پرورش وپرداخت ہوسکے اور اس کی صفات طلبہ وفضلائے مدارس کے اندر پیدا ہوسکیں۔

بہرحال وقت کا یہ تقاضا روز افزوں ہے کہ دعوت دین کے موضوع کو مدارس کے نظام ونصاب میں کما حقہ جگہ دی جائے تاکہ اس کے خاطر خواہ نتائج سامنے آسکیں۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

قبرستانوں کی کمی

ایک سنگین اور قابل توجہ مسئلہ!

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کے لئے زندگی کی راحت کے ساتھ ساتھ موت کی مشقت بھی رکھی ہے، بادشاہ ہو یا رعایا، حاکم ہو یا محکوم، مال دار ہو یا غریب، عالم ہو یا جاہل، مرد ہو یا عورت اور طاقت ور ہو یا کمزور، کوئی نہیں جو موت کی آزمائش سے بچ جائے، اللہ کے نیک بندوں کو بھی اس سے چھٹکارا نہیں ہے، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مرنے کے بعد بہت جلد انسان کا جسم سڑ گل جاتا ہے، اگر اسے ٹھکانے نہ لگایا جائے تو ناقابل برداشت تعفن پیدا ہو جائے گا؛ اسی لئے انسانی تاریخ میں ہمیشہ سے مُردہ کے لئے آخری رسوم کا سلسلہ جاری ہے، کچھ قومیں لاش کو جلا دیتی ہیں، بعض قومیں گِدھوں یا درندوں کے حوالے کر دیتی ہیں اور زیادہ تر قوموں کے یہاں مردہ کو دفن کرنے کی روایت رہی ہے، اور یہی طبی اعتبار سے بھی سب سے بہتر طریقہ ہے، آگ میں جلانے کی وجہ سے ماحول میں آلودگی پیدا ہوتی ہے، اور مردہ کی بے احترامی بھی ہوتی ہے، جانوروں اور درندوں کے لئے یوں ہی لاش چھوڑ دی جائے تو اس میں بھی دونوں خرابیاں موجود ہیں؛ اس لئے مٹی میں دفن کرنے کا طریقہ ظاہری اعتبار سے بھی ایک محفوظ طریقہ ہے اور یہ فطرت کے مطابق ہے۔

مٹی میں تدفین کا پہلا واقعہ خود حضرت آدم علیہ السلام کی حیات طیبہ میں پیش آیا، جب ان کے بیٹے قابیل نے ان کے نیک وصالح صاحبزادے ہابیل کا قتل کر دیا، قابیل نے قتل کرنے کو تو کر دیا؛ مگر اب یہ بات سمجھ میں نہ آتی تھی کہ اس کی لاش کو کیا کرے، اللہ تعالیٰ نے اس کی رہنمائی کے لئے ایک کوّا بھیجا، جس نے زمین کرید کر اس میں ایک مرے ہوئے کوّے کو ڈال دیا، اور مٹی سے چھپا دیا، ہابیل نے مسئلہ کا حل سمجھ لیا اور شرمندہ بھی ہوا کہ کیا میں اس کوّے سے بھی گیا گزرا ہوں کہ جو بات اس نے سمجھ لی، وہ بھی میں سمجھ نہ سکا (مائدہ: ۳۱) تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی تدفین کعبۃ اللہ سے لگے ہوئے ''حطیم'' کے حصہ میں ہوئی تھی۔ (تاریخ الرسل والملوک للطبری: ۳۱۴/۱) معلوم ہوا کہ یہ فطری طریقہ ہے، جو انسانِ اول سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے جاری ہے، اور قدیم ترین دور سے یہی معمول رہا ہے؛ چنانچہ یہودیوں کے یہاں بھی تدفین کا یہی رواج ہے، عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تین دنوں کے لئے سولی چڑھانے جانے کے بعد زمین میں دفن کئے گئے؛ اگرچہ آج کل یوروپ میں مُردوں کو جلانے کا رواج ہو گیا ہے؛ لیکن یہ ان کی مذہبی تعلیم کے مطابق نہیں ہے، ہندو بھائیوں کے یہاں بھی شنکر آچاریہ اور بعض اعلیٰ مذہبی رہنماؤں کو دفن کیا جاتا ہے، اسلام نے بھی تدفین کے طریقہ کی تعلیم دی ہے اور اس کی مصلحت ظاہر ہے کہ مٹی کے اندر آلودگی کو جذب کرنے اور گندگی کو تحلیل کرنے کی غیر معمولی صلاحیت ہے، زمین کے سینہ میں کتنے ہی مردار اور بے شمار گندگیاں دفن ہیں، اگر ان کو کسی اور جگہ جمع کر دیا جاتا تو تعفن وآلودگی کی وجہ سے شاید روئے ارض پر انسان کا رہنا مشکل ہو جاتا؛ لیکن مٹی کی اس غیر معمولی صلاحیت کی وجہ سے زمین کے اوپر اس کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا۔

اسلام کا تصور یہ ہے کہ جیسے زندگی میں انسان کا احترام کرنا واجب ہے، اسی طرح موت کے بعد بھی اس کا احترام واجب ہے؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میت کی ہڈی کو توڑنا ایسا ہی ہے، جیسے زندگی میں کسی انسان کی ہڈی توڑ دی جائے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

: كسر عظم الميت ككسر عظم الحي (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر:۱۶۱۶) اسی لئے غلو اور مبالغہ سے بچتے ہوئے قبر کے احترام کی خاص طور پر ہدایت فرمائی گئی ہے، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی مسلمان کی قبر پر چلنے کے مقابلہ مجھے یہ بات زیادہ محبوب ہے کہ میں آگ کی چنگاری یا تلوار پر چلوں، اور یہ بھی فرمایا کہ قبروں کے درمیان قضائے حاجت کی جائے یا بیچ بازار میں، دونوں برابر ہیں (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۹۷۰) شاید کسی زمانہ میں اور کسی علاقہ میں جنازہ اٹھا کر لے جانے کو معمولی کام سمجھا جاتا رہا ہو، اس پس منظر میں بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ جنازہ کو اٹھا کر لے جانا کوئی نیچا کام نہیں ہے؛ بلکہ یہ نیکی، اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرماں برداری اور مرنے والے مسلمان کا اعزاز واکرام ہے، اور صحابہ وتابعین اور بعد کے لوگ اس عمل کو انجام دیتے رہے ہیں: ليس في حملها دناءة..الخ (شرح المہذب: ۲۷۰/۵)

فقہاء نے صراحت کی ہے کہ جنازہ کو قبرستان تک لے جانا اور دفن کرنا فرض کفایہ ہے: واعلم أن أصل الحمل والدفن فرض كفاية (حاشیہ الطحطاوی: ۶۰۳) علامہ ابن عربی مالکیؒ اس ذمہ داری کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مردہ کی تدفین کی اولین ذمہ داری رشتہ داروں پر ہے، پھر قریبی پڑوسیوں پر، اس کے بعد عمومی طور پر تمام مسلمانوں پر، یہاں تک کہ اگر کسی غیر مسلم کا انتقال ہو جائے تو یہ اس کا بھی حق ہے:...وهو حق في الكافر أيضا (احکام القرآن لابن عربی: ۸۶/۲) گویا یہ اسلامی حق ہونے کے ساتھ ساتھ انسانی حق بھی ہے، جو بحیثیت انسان ایک شخص کا دوسرے پر واجب ہوتا ہے

اسی لئے مسلمانوں کے یہاں ہمیشہ سے قبرستان کے وقف کا رواج رہا ہے اور فقہاء نے جیسے مساجد کے وقف کے احکام بیان کئے ہیں، اسی طرح قبرستان کے وقف کے احکام بھی ذکر کئے ہیں، امام ابوحنیفہؒ کے دو ممتاز شاگرد --- جن کی آراء کو فقہ حنفی میں بڑی اہمیت حاصل ہے، یعنی امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ --- ان کے نزدیک تو کسی زمین کے متعلق صرف کہہ دیا جائے کہ یہ زمین ہم نے قبرستان کے لئے وقف کی تو اسی سے وہ زمین وقف ہو جائے گی؛ لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قبرستان کا وقف اس وقت مکمل ہوگا، جب وہ کسی کو قبرستان کا منتظم (متولی) بنا دے، یا قبرستان میں کسی مردہ کو دفن کر دیا جائے، اب یہ جگہ ہمیشہ کے لئے وقف ہو جائے گی: والتسليم فيها بالتسليم إلى المتولي أو بدفن الموتى (ہندیہ: ۳۷۴/۶) ایک دفعہ جب یہ جگہ قبرستان بن جائے گی تو یہ ہمیشہ کے لئے قبرستان ہو جائے گی؛ اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ قبرستان کے لئے وقف کا جو دستاویز بنایا جائے، اس میں جگہ اور اس کی حدود وضاحت سے لکھی جائیں اور لکھ دیا جائے کہ یہ مسلمانوں کا قبرستان ہے، وہ اس میں کسی بھی وقت اپنے مردہ کو دفن کر سکتے ہیں، نہ ان کو مردہ کی تدفین سے روکا جا سکتا ہے اور نہ اس میں کوئی رکاوٹ پیدا کی جا سکتی ہے ....
.... يدفنون فيها موتاهم وفي كل وقت وأوان أبدا لا يمنعون من ذلك ولا يحال بينهم وبينها الخ (ہندیہ: ۳۷۴/۶) اگر قدیم قبرستان ہو، جس میں قبر کے آثار بھی مٹ گئے ہوں، تب بھی اہل محلّہ کے لئے اس جگہ سے تدفین کے علاوہ کوئی اور نفع اٹھانا جائز نہیں، زیادہ سے زیادہ اس بات کی گنجائش ہے کہ اگر اس میں گھاس ہوئی ہو تو جانوروں کے چارہ کے طور پر اسے خرچ کیا جائے: مقبرة قديمة بمحلة لم يبق فيها آثار المقبرة الخ (تاتارخانیہ: ۱۸۹/۸-۱۹۰) چہ جائے کہ زیر استعمال قبرستان بھی دوسرے کاموں میں یہاں تک کہ ذاتی استعمال میں لیا جائے۔

اس وقت صورت حال یہ ہے کہ آبادیاں بڑھ رہی ہیں، ایک زمانہ میں کہا جاتا تھا کہ ۸۰٪ فیصد لوگ دیہاتوں میں بستے ہیں، اور ۲۰٪ فیصد شہروں میں؛ لیکن اب دیہی آبادی کا سیلاب شہروں کی طرف امڈا آ رہا ہے؛ اس لئے کم سے کم پچاس فیصد

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

آبادی تو شہر میں بستی ہے، یہ مختلف علاقوں اور خاندانوں کے ہوتے ہیں، اس کی وجہ سے باہمی ربط وتعاون کی بھی کمی پائی جاتی ہے، یہ اور مختلف اسباب کا نتیجہ ہے کہ شہروں میں مُردوں کی تدفین ایک دشوار مسئلہ بنتا جارہا ہے، جینا تو مشکل تھا ہی، اب مرنا بھی مشکل ہوگیا ہے، ابھی ماضی قریب میں ایسے واقعات پیش آچکے ہیں کہ قبرستانوں میں جگہ مہیا نہ ہونے کی وجہ سے ایک مسلمان لاش جلا دی گئی، ایک اور جگہ مسلمان کی لاش شمشان گھاٹ میں دفن کردی گئی؛ اس لئے علماء، مشائخ اور مذہبی وسیاسی قائدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ پوری اہمیت کے ساتھ اس مسئلہ پر غور کریں اور اس کا حل تلاش کریں۔

غور کیا جائے تو قبرستانوں کی جگہ تنگ ہونے کے چند بنیادی اسباب ہیں:

۱) پہلا سبب یہ ہے کہ جیسے نئی آبادیوں میں لوگ مسجدوں اور مدرسوں کی فکر کرتے ہیں، یہاں تک کہ کالونی بنانے والے بھی ان مقاصد کے لئے زمین رکھ کر پلاٹنگ کرتے ہیں، اسی طرح کالونی بسانے والوں کو چاہئے کہ قبرستان کے لئے بھی زمین مخصوص کریں، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ ایک کالونی شہر کے اندر بسائی جائے اور شہر سے باہر اس کالونی کا قبرستان بنایا جائے، شہر سے باہر زمین سستی مل جاتی ہے، پلاٹنگ کرنے والے اس زمین کو خریدیں، اس کی احاطہ بندی کریں اور زمین فروخت کرتے ہوئے قیمت لگاتے وقت اس کو ملحوظ رکھ کر پلاٹ کی قیمت لگائیں، عجب نہیں کہ گاہکوں پر یہ سہولت واضح کی جائے تو لوگ زیادہ رغبت سے پلاٹس خریدکریں۔

۲) دوسرا ضروری کام یہ ہے کہ اِس وقت قبرستانوں پر جو ناجائز قبضے کرلئے گئے ہیں، اس کو ہٹایا جائے، مشکل یہ ہے کہ سرکاری محکموں میں ایسے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، جن کے دل میں ذرا بھی خدا کا خوف نہیں ہے؛ اس لئے وہ وقف کی زمینوں کو بچانے کے بجائے پیسے لے کر ناجائز قابضین کو تحفظ فراہم کرتے ہیں، یہاں تک کہ وقف کی حفاظت جس ادارہ کی ذمہ داری ہے، عدالت میں اس کے نمائندے قصداً اپنے مقدمہ کو کمزور کرلیتے ہیں، کاغذات غائب کردیتے ہیں، ثبوت مہیا نہیں کرتے، اور جان بوجھ کر مقدمہ ہارتے ہیں؛ اس لئے ضروری ہے کہ خود عوام کے اندر قبرستان کے ناجائز قبضوں کے خلاف تحریک پیدا ہو، عوام خود اٹھ کھڑے ہوں اور ایسے لوگوں کا گریبان تھام لیں، پولیس سے اور محکمہ اوقاف سے اس بات کی توقع رکھنا بے فائدہ ہے کہ وہ مسلمانوں کی اَملاک کو بچائیں گے، یہ کام خود مسلمانوں کو کرنا ہوگا

۳) وقف اسلام کی ایک اہم سنت ہے، مسلمانوں کے زمانۂ اقتدار میں اس کا عام مزاج تھا، لوگ خدمت خلق کے مختلف شعبوں کے لئے زمینیں اور مکانات وقف کیا کرتے تھے، کثرت سے مسافر خانے بنے ہوئے تھے، جس میں بلا امتیاز مذہب وملت سفر کرنے والے قیام کیا کرتے تھے، وقف کے طور پر پُل بھی بنائے جاتے تھے، اور اصحاب خیر اپنی طرف سے اس خدمت کو انجام دیتے تھے، فقہ کی کتابوں میں اس کا ذکر موجود ہے، یہاں تک کہ پرندوں کی رہائش اور غذا کے لئے بھی اوقاف قائم تھے، اور مساجد وقبرستان کے لئے تو وقف کی بڑی بڑی جائدادیں ہوا کرتی تھیں، اگر ہم اپنے ملک کی قدیم مسجدوں کو دیکھیں تو ہر مسجد کے تحت زمین کا وسیع رقبہ موجود تھا، جس سے خدام مسجد کی کفالت ہوتی تھی اور نماز پڑھنے والوں کو مختلف سہولتیں فراہم کی جاتی تھیں، مگر افسوس کہ وقف کی املاک کو جتنا نقصان دوسروں سے پہنچا، اس سے زیادہ اپنوں سے پہنچا ہے اور آج بھی اس کا سلسلہ جاری ہے، حد تو یہ ہے کہ بعض لوگوں نے ویران مسجدوں کو بھی فروخت کردیا، نہ انہیں اللہ کے بندوں سے شرم آئی اور نہ اللہ سے، زیادہ تر ناجائز قبضوں ہی کے نتیجہ میں قبرستان کا دامن تنگ ہوگیا ہے۔

اس پس منظر میں قبرستان کے لئے نئے اوقاف کی ضرورت ہے، اصحاب خیر کو اس کی طرف توجہ دینی چاہئے، شہر کے اندر اگر قبرستان کے لئے زمینیں وقف کی جائیں تو یہ بہت اعلیٰ درجہ کی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بات ہے؛ لیکن صورت حال یہ ہے کہ اب بڑے شہروں میں افتادہ زمینیں نہیں ملتیں، اور قبرستان کے لئے وسیع قطعۂ زمین کی ضرورت پڑتی ہے؛ اس لئے اگر شہر سے باہر عام قبرستان کے لئے زمینیں وقف کی جائیں تو یہ بھی بہت بہتر صورت ہوگی؛ کیوں کہ شہر سے دور کشادہ زمین بھی مل جاتی ہے، اور قیمت بھی کم ہوتی ہے، نیز سواری کی سہولت کی وجہ سے جنازہ دور لے جانا بھی بہت دشوار نہیں ہوتا؛ بلکہ لوگ اب اس کے عادی ہو چکے ہیں، اس پر افراد کو بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے اور تنظیموں کو بھی کہ وہ عام قبرستانوں کے لئے وسیع اراضی حاصل کر کے قبرستان کے لئے وقف کریں اور قبرستان پر بورڈ لگا دیا جائے کہ یہ عام قبرستان ہے، کسی خاص محلّہ یا خاندان کا قبرستان نہیں ہے، اس میں کسی بھی مسلمان کی تدفین ہوسکتی ہے۔

۴) ہندوستان ایسا ملک ہے، جس کے چپہ چپہ پر اولیاء اور صلحاء مدفون ہیں، لوگوں نے عقیدت ومحبت میں ان کی قبروں پر خوب صورت عمارتیں بنا دی ہیں، بادشاہوں اور جاگیرداروں کی طرف سے بھی ان مقابر کو ڈھیر ساری زمینیں دی گئی ہیں، ان مقبروں کے احاطہ میں ذاکرین یکسوئی کے ساتھ اللہ کا ذکر کرتے تھے، بازاروں اور آبادیوں کے ہنگاموں سے دور تسبیح وتلاوت کا اہتمام کیا جاتا تھا، اور تزکیہ واحسان کی خدمت انجام دی جاتی تھی؛ مگر جیسے ہر شعبہ میں زوال آیا، یہ شعبہ بھی اس سے بہت زیادہ متأثر ہوا؛ بلکہ اپنے اصل مقصد سے بہت دور ہوگیا، اس کا ایک افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ درگاہوں میں قبر کی زمین فروخت کی جانے لگی اور لوگ بزرگوں کی خواب گاہ سے قرب حاصل کرنے کے لئے بڑی بڑی رقمیں ادا کرنے لگے، پھر یہ وبا آگے بڑھی اور ہر قبرستان کے متولی نے اپنے زیر تولیت قبرستان کو ذریعۂ معاش بنالیا، یہ بہت ہی افسوس ناک صورت حال ہے اور کھلے طور پر خدا ناترسی کا مظہر ہے، یہ ایسے ہی ہے، جیسے کوئی مسجد میں نماز پڑھنے کا معاوضہ وصول کرنے لگے، یہ یقیناً حرام وناجائز طریقہ پر لوگوں سے پیسہ وصول کرنا ہے، متولی وقف کا منتظم ہوتا ہے، وہ اس کا مالک نہیں ہوتا، ہاں اگر وہ قبر کی کھدائی وغیرہ کا انتظام کراتا ہو تو اس کی مزدوری وصول کرسکتا ہے۔

۵) قبرستانوں کے تنگ پڑنے کا ایک بنیادی سبب پختہ قبریں ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کے پختہ کرنے سے منع فرمایا ہے، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پختہ کرنے، اس پر کچھ لکھنے، اس پر عمارت بنانے اور اس پر چلنے سے منع فرمایا ہے، (ترمذی عن جابر، حدیث نمبر: ۱۰۵۲) حدیث کی بعض دوسری کتابوں میں بھی یہ روایت موجود ہے، (مسلم حدیث نمبر: ۹۷۰، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۲۰۲۸)، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مختلف اہل بیت اور صحابہ جنت البقیع میں دفن کئے گئے، ان سب کی قبریں کچی تھیں؛ چنانچہ پہلے صحابی جو اس قبرستان میں دفن کئے گئے، وہ حضرت عثمان ابن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دفن کرنے کے بعد قبر کے سرہانے میں صرف ایک پتھر رکھ دیا، (مستدرک حاکم عن ابی رافع: ۲۰۹/۳، حدیث نمبر: ۴۸۶۷) یہ پتھر اس لئے رکھا گیا تھا کہ لوگوں کو اندازہ ہوجائے کہ یہاں قبر ہے اور لوگ یہاں چلنے سے اجتناب کریں۔

۶) قبر کو کچی رکھنے کی برکت ہے کہ امام مالکؒ کے بقول (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی) مدینہ میں تقریباً دس ہزار صحابہ اور اہل بیت کی وفات ہوئی اور یہ سب جنت البقیع میں دفن کئے گئے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی وفات ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خصوصی نسبت وتعلق کی وجہ سے لوگوں کو خیال ہوا کہ ان کو کہاں دفن کیا جائے؛ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی عام قبرستان میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے قریب دفن کرنے کا حکم دیا (خلاصۃ الوفاء باخبار دار المصطفی: ۳۶۳/۲) اور آج تک جنت البقیع میں تدفین کا سلسلہ جاری ہے، خود

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ہندوستان میں جن شہروں میں اور جن قبرستانوں میں اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے کہ قبریں پختہ نہ ہوں، اور ان پر عمارتیں نہ بنائی جائیں، وہاں زمانہ دراز سے تدفین کا سلسلہ جاری ہے اور کبھی جگہ کی تنگی محسوس نہیں کی گئی؛ اس لئے جو نئے قبرستان بنائے جائیں، ان کے بارے میں بورڈ پر ہدایت لکھ دی جائے کہ یہاں قبر کو پختہ کرنے کی اجازت نہ ہوگی، کچی قبر ہی کی اجازت ہوگی۔

۷) یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ قبروں کا حکم وہ نہیں ہے، جو مسجدوں کا ہے، یعنی جس جگہ مسجد بنا دی گئی، وہ قیامت تک کے لئے مسجد ہے، چاہے وہ جگہ ویران ہوگئی ہو، قبریں جب پرانی اور بوسیدہ ہو جائیں تو ان قبروں کو اسی طرح باقی رکھنا ضروری نہیں، اگر ضرورت پڑے تو اسی جگہ دوسرے مردہ کو دفن کیا جا سکتا ہے؛ چنانچہ مشہور فقیہ علامہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں کہ پہلے سے جو قبر بنی ہوئی ہو، دوسرے مردہ کو اس میں دفن نہیں کیا جائے گا؛ البتہ دو صورتوں میں کیا جا سکتا ہے، ایک یہ کہ پہلی قبر پرانی ہوگئی ہو، اور اب ہڈیاں بھی باقی نہ ہوں: **ولا يحفر قبر لدفن آخر إلا أن بلي الأول فلم يبق له عظم**، دوسری صورت یہ ہے کہ ہڈیاں تو ابھی باقی ہوں؛ لیکن نئی لاش کی تدفین کے لئے قبرستان میں کوئی جگہ نہیں مل رہی ہو، اس صورت میں پرانی قبر کی ہڈیوں کو جمع کر کے قبر کے ایک حصہ میں اس طرح رکھ دیا جائے کہ ان ہڈیوں اور نئی لاش کے درمیان کچھ مٹی رکھ دی جائے: **إلا أن لا يوجد فتضم عظام الأول ويجعل بينهما حاجز من تراب** (ردالمحتار: ۲/۲۳۳) فقہاء نے یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے وقف کی زمین میں قبر کھدوائی اور جگہ کی کمی کی وجہ سے دوسرا شخص اس میں اپنے مُردہ کو دفن کر دے تو ایسا کر سکتا ہے، (فتاویٰ تاتارخانیہ: ۸/۱۹۰، کتاب الوقف) اس لئے جو قدیم قبرستان ہیں، ان میں پرانی قبروں کے اندر بھی تدفین ہو سکتی ہے۔

غرض کہ مُردوں کی تدفین کا مسئلہ نہایت اہم ہے، اور یہ تمام مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے، مختلف اسباب ہیں، جن کی وجہ سے یہ صورت حال پیدا ہوئی ہے، جن میں چند اہم باتیں یہ ہیں آبادیاں بسانے والے قبرستان کا انتظام نہیں کرتے، مسلمانوں نے قبرستانوں پر ناجائز قبضے کر رکھے ہیں، ان کو ختم ہونا چاہئے، قبرستان کے لئے نئے اوقاف قائم کرنا چاہئے، اصحاب خیر اور مذہبی تنظیموں کو اس میں آگے بڑھنا چاہئے، سنت کے مطابق کچی قبروں کو رواج دینا چاہئے، قبروں کی خرید و فروخت بہت ہی ناروا عمل ہے، اور مال حرام حاصل کرنے کی ایک نہایت قبیح اور بدترین صورت ہے، اس سے بچنا چاہئے، جب قبریں پرانی ہو جائیں تو ان ہی میں دوبارہ مُردوں کی تدفین کرنی چاہئے اگر مسلمانوں نے اس جانب توجہ نہیں دی اور دشواریاں بڑھتی گئیں تو عجب نہیں کہ فرقہ پرست عناصر اس کو ایک نیا ایشو بنا دیں اور مسلمانوں سے یہ مطالبہ شروع ہو جائے کہ وہ بھی مُردوں کو جلانا قبول کر لیں؛ تاکہ قبرستان کی اس کمی کا علاج ہو سکے، اللہ نہ کرے کہ ایسا وقت آئے!

خوش خبری

وارثین انبیاء حضرات علمائے کرام !

ہم خوش قسمت امت، امت مسلمہ کے منتخب افراد ہیں جس امت کو اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت کے طفیل خیر امت کا لقب دے کر اور داعی امت بنا کر کار دعوت سے نوازا ہے، تمام انبیاء اور خاتم الانبیاء کی مشترکہ وراثت دعوت الی اللہ کو سارے عالم میں پہنچانے اور گھر گھر جا کر "یا ایھا الناس قولوا لا الہ الا اللہ" کی صدا کو بلند کرنے کی عملی مشق کے لئے

شہر بنگلور میں ایک ڈیڑھ ماہی دعوتی کیمپ زیر سرپرستی

داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی دامت برکاتہم

15/فروری تا 31/مارچ 2021ء

منعقد کیا جا رہا ہے، اس کیمپ میں شرکت کے خواہش مند حضرات مندرجہ ذیل فون نمبر پر رابطہ فرمائیں۔ شکریہ

9894065989, 8105184019,
9902784486.

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

نسیم ہدایت کے جھونکے

محترمہ آمنہ بہن سے ایک ملاقات

انٹرویو: ثنا حذیفہ

ثنا حذیفہ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

آمنہ: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

س: ماموں کا حکم تھا کہ میں آپ کا انٹرویو لوں؟ تو میری پیاری بہن پہلے آپ کا کیا نام تھا، اور اب آپ کا کیا نام ہے؟

ج: ثنا بہن، مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے کہ آپ مجھ سے انٹرویو لے رہی ہیں، میں ایک کشمیری پنڈت خاندان سے تعلق رکھتی تھی، شرما فیملی سے۔ سیفٹی ریزن کی وجہ سے میں اپنا پرانا نام نہیں بتا سکتی ہوں، اب میرا نام آمنہ ہے۔

س: ماشاء اللہ بہت پیارا نام ہے، تو بہن آپ ہمیں اپنی فیملی کے بارے میں بتائیں کہ کون کون ہیں؟

ج: میری فیملی میں میرے باپ اور ماں ہیں، اور میں اکلوتی ہوں، کوئی بھائی یا بہن نہیں ہے، ہم کشمیری مہاجرین ہیں، میرے ممی پاپا گورنمنٹ سروسز میں ہیں، اور میں ایک سافٹ انجینئر ہوں اور الگ الگ کمپنیوں میں کام کر چکی ہوں گوگل وغیرہ میں، میں اب دہلی میں رہتی ہوں اور میرے ماں باپ جموں میں رہتے ہیں۔

س: اسلام قبول کئے ہوئے آپ کو کتنا عرصہ ہوا ہے؟ اور آپ اسلام کی طرف کیسے راغب ہوئی ہیں؟

ج: الحمد للہ میں نے اسلام 2006 میں قبول کیا تھا، اور میرے اسلام میں آنے کی وجہ یہ تھی کہ میں پہلے سے ہی کافی ریلیجس (مذہبی) تھی، اور شیوازم میں اسٹڈی کر رہی تھی، اور پھر کمپریٹیو ریلیجن کی اسٹڈی شروع کی، اور میں سبھی لوگوں سے ڈسکشن کرتی رہتی تھی، کیونکہ میرے من میں ایک سوال تھا کہ آخر مجھے بنانے والا کون ہے؟ کس نے یہ دنیا بنائی؟ زیادہ تو میں یہی کہوں گی کہ ایک تجسس تھا جس نے مجھے اسلام کی طرف آنے پر مجبور کیا اور اس کو اپنانے کا ذریعہ بنتا چلا گیا، اور پھر اللہ کو مجھے ہدایت دینی تھی اس لئے میں 2006 میں اسلام میں داخل ہوگئی۔

س: اسلام میں آنے کے بعد آپ کی فیملی کا کیا ری ایکشن تھا؟ کیا آپ نے ان کو بھی اسلام کی دعوت دی ہے؟

ج: جی اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے یہی چاہا کہ اسلام قبول کرنے کی لذت میں اپنے ماں باپ کو بھی بتا سکوں، اس لئے میں ان ڈائرکٹ ان کو کئی سال تک اسلام کی دعوت دیتی رہی، ان کے سامنے لگاتار اسلام کے بارے میں اکسپلین کرتی رہی، اور اسلام اور ہندو دھرم میں جو ایک سی باتیں ہیں، جو باتیں دونوں دھرم میں ہیں، وید کے حوالے سے بتاتی رہی، اور بھی مختلف مذاہب کی باتیں سملارٹیز اسلام کے ساتھ بتانے کی کوشش کی، سائنٹفکلی بھی بتانے کی کوشش کی۔ لیکن صاف طور سے جب میں نے ظاہر کیا کہ میں اسلام قبول کر چکی ہوں وہ کافی سال کے بعد کیا، شاید 2010 میں۔ اس سے پہلے 2006 سے 2010 تک میں مکمل کوشش میں لگی رہی کہ ان کو بھی اسلام کی طرف راغب کر سکوں، مگر ناکام رہی۔ اس کے بعد 2010 میں جب اپنے اسلام قبول کرنے کے بارے میں بتایا تو اور شدت کے ساتھ کھلے طور پر اسلام کی دعوت دینی شروع کی۔ حالانکہ اپنا خلاصہ کرنے کے بعد مجھے اپنے ہی گھر میں کافی مشکل حالات کا سامنا کرنا پڑا، لیکن شاید ان کے لئے ہدایت اتری نہیں تھی، اس کے بعد میں نے دعوتی فیلڈ کے ماہرین کو بھی اپنے گھر بھیجا، بہترین داعیوں کی ٹیم میرے گھر گئی لیکن میرے ماں باپ نے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اکسیپٹ نہیں کیا، اور بڑی وجہ یہی بتائی کہ معاشرہ کا دباؤ ہے۔ کیونکہ میرے ماں باپ جانی مانی ہستی ہیں، اور پولیٹکل لوگوں سے بھی تعلقات ہیں، اور برسوں پہلے جو کچھ کشمیر میں پنڈتوں کے ساتھ ہوا تھا اس کو وہ بہت دل سے لگائے ہوئے ہیں، اس لئے وہ مسلمانوں کو مجرم سمجھتے ہیں اور اسلام سے کنارہ رکھتے ہیں، وہ مجھ سے بھی یہی امید کرتے ہیں کہ اسلام سے دور رہوں سوشل اور سیاسی دباؤ کی وجہ سے۔

س: مذہب اسلام میں آنے سے پہلے، اور بعد کی زندگی میں کیا بدلاؤ آپ نے محسوس کیا؟

ج: اسلام میں آنے سے پہلے میں کافی کھلے خیالات کی مالک تھی، دوردرشن، تھیٹر زاور کافی ڈکومنٹری میں میں نے کام کیا ہے، اور بہت سارا کام ٹی وی اور تھیٹر کے ذریعہ کیا، اسی طرح میرا پہناوا بھی ہوا کرتا تھا، میں خود غرض قسم کی تھی، کہ صرف اپنی شخصیت، اپنی زندگی، اپنے گولس، اس سے باہر نہیں دیکھا، بس اپنی فیملی میں ہی الجھی ہوئی تھی، لیکن اسلام میری زندگی کا سب سے بڑا ٹرانس فورمیشن تھا، اور پھر اللہ نے مجھے ایسا بنادیا کہ میں چھوٹی چھوٹی باتوں کے بارے میں سوچنے لگی اور ان پر غور وفکر کرنے لگی، بڑا فرق یہی تھا پہلے سوچ بہت چھوٹی تھی اور اب سوچ بہت بڑی ہوگئی ہے۔ زندگی کو دیکھنے کا نظریہ بدل گیا ہے، آپ کو کس طرح لوگوں کے ساتھ پیش آنا ہے، آپ کی روزمرہ کی زندگی میں آپ کا اخلاق، آپ کا بیویر آپ کا ہر ہر چھوٹا بڑا عمل، آپ کی زندگی کا مقصد سب کچھ بدل جاتا ہے، تو اسلام میرے لئے بھی بہت بڑے بدلاؤ کا ذریعہ بنا، الحمدللہ زندگی اب کافی سلجھی ہوئی لگتی ہے، کیونکہ منزل کا پتہ چل گیا ہے، اللہ نے مجھ پر بڑی عنایت کی۔

س: معاشرہ میں اسلام کے بارے میں جو غلط فہمیاں ہیں ان کو ختم کرنے کے لئے دعوت کا کردار کیا اثر دار ہوسکتا ہے؟ کیا دعوت کا کام اس کا علاج ہوسکتا ہے، آپ کی کیا رائے ہے؟

ج: جی بالکل دعوت بہت ضروری اور بہت اہم ذریعہ ہے، مس کنسپشن (غلط فہمیوں) کو مٹانے کا، اور دعوت صرف زبان سے دینے تک محدود نہ رہ جائے، بلکہ یہ آپ کی زندگی بن جانی چاہئے، آپ کا رویہ آپ کا اخلاص سب دعوت بن جانا چاہئے، آپ جب تک اپنے اندر اپنے معاشرہ اور گھر میں، بڑے بدلاؤ نہیں لائیں گے، تب تک دعوت کا کام صحیح طریقہ سے انجام نہیں دیا جاسکتا، میں ایک بات شیئر کرنا چاہوں گی کہ جب آپ اسلام کو پڑھ کر اسے قبول کرتے ہیں، اور حضور ﷺ کی زندگی پڑھتے ہیں، ان سے پہلے کے جو نبی ہیں ان کے واقعات پڑھتے ہیں، اور پھر مسلمانوں کو دیکھتے ہیں تو آپ کو توقع یہ ہوتی ہے کہ سب چیزیں آئیڈیل ملیں گی، آئیڈیل ساتھی، آئیڈیل گھرانہ، آئیڈیل رہنے کا ڈھنگ، ہر ہر بات آئیڈیل، جو کہ اسلام بتاتا ہے، پھر جب اصل میں مسلمانوں کو دیکھتے ہیں تو ایسا نہیں ہوتا، یہ میں اپنے ذاتی تجربہ سے بتارہی ہوں، تو پھر آپ کو لگتا ہے کہ ہندو اور مسلم میں زیادہ فرق نہیں ہے، کیونکہ ان کا بھی وہی رویہ اور رہنے سہنے کا ڈھنگ ہوتا ہے۔ وہ کچھ مسلمانوں میں نظر آتا ہی نہیں جو ہم نے قرآن و میں سیرت میں پڑھا ہوتا ہے۔ اس لئے مجھے لگتا ہے کہ جتنی دعوت غیر مسلموں کو دینی ضروری ہے، اتنی ہی مسلمان گھرانوں کو دعوت کی ضرورت ہے۔

دعوت کی اہمیت اور نومسلموں کے ساتھ کیسے پیش آنا چاہئے اس کے لئے کیا ہم واقعی تیار ہیں، خونی رشتے کے نومسلموں کو اپنانے کے لئے، کیا ہماری ذہنیت ان کو اپنا بنانے کے لائق بنی ہوئی ہے، کیا ہم تیار ہیں ان کی زندگی میں آنے والی مشکلات کا سامنا کرنے کے لئے، کیا ہم قدم بہ قدم ان کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہیں، اگر نہیں تو ضروری ہے کہ ہم مسلمان خود کو بھی تیار کریں ان کا خیر مقدم کرنے کیلئے، تبھی انشاء اللہ ہم مکمل طور سے دعوت کے کام سے جڑ سکتے ہیں۔

س: امتحانات یا مشکلات دے کر اللہ ایمان کی قوت دیکھتا ہے، آپ کا صبر آزماتا ہے، تو آپ کے اسلام میں آنے کے بعد

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

آپ کے ساتھ کیا حالات اور امتحانات پیش آئے؟

ج: اسلام قبول کرنے کے بعد بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، چونکہ وقت بہت گذر چکا ہے، 2006 سے 2020 تک میں نے بہت سی چیزوں کا سامنا کیا، کئی بار مار بھی پڑی، بہت کچھ سہنا بھی پڑا، تنہائی کا شکار بھی ہونا پڑا، ایسے وقت میں جب آپ اپنی فیملی کے خلاف راستہ پر زندگی جی رہے ہوں تو تنہائی کا احساس تو ہوتا ہی ہے، اور یہ آپ کو کاٹ کر رکھ دیتا ہے۔ اگر آپ ایسی حالت میں آگئے ہوں کہ آپ گھر والوں کے ساتھ، اور گھر والے آپ کے ساتھ کمپرومائز نہیں کر سکتے، تو آپ کے درمیان ایک فاصلہ لازما پیدا ہو جاتا ہے، جو بہت ہی مشکل ہوتا ہے اور شاید یہ ہر اسلام قبول کرنے والے کو پیش آتا ہے۔ میرے ساتھ بھی ایسے واقعات پیش آئے، مالی، جذباتی، اخلاقی ہر طریقہ کی مشکلات سے گذرنا پڑا، میں ایک انجینئر ہوں، میں جاب کرتی تھی، حجاب اور پردہ وغیرہ شروع کرنے کے بعد اس کے تعلق سے لوگ کافی باتیں پوچھتے تھے، آپ کا نام ہندو ہے، تو یہ آپ کے لئے اور زیادہ مشکل ہو جاتا ہے، لوگ آپ کے خلاف ہو جاتے ہیں، آپ کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا پسند نہیں کرتے، جن کے ساتھ آپ بچپن سے کھیلے کودے ہیں، وہ آپ کے پہناوے سے، آپ کی آئیڈیالوجی سے، اور نئے بدلاؤ سے دور ہونے لگتے ہیں۔ ایسی بہت ساری چیزیں ہیں، جو ہمیں اندر سے مارنے لگتی ہیں، لیکن اللہ تعالی مشکل دیتے ہیں، تو نکلنے کی طاقت بھی دیتے ہیں، یہ لمبا قصہ ہے، میں اب پیچھے مڑ کر دیکھتی ہوں تو شکر کرتی ہوں کہ اللہ نے مجھے ہر آزمائش سے نکالا بھی ہے، اور میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ اس نے مجھے ہر نعمت دی ہے جس کی میں نے حسرت کی تھی۔

س: دعوت کے کام سے آپ کتنی لگی ہوئی ہیں، یا دعوت کے متعلق کیا تمنا رکھتی ہیں، کچھ اس پر روشنی ڈالئے؟

ج: دعوت کے کام سے میں 2006 سے جڑی ہوں، کیونکہ مجھے لگتا تھا جو چیز میرے پاس آئی ہے، اسے میں اپنے تک محدود نہ رکھوں، اس لئے کہ اسلام کا مطالبہ ہے کہ جو نعمت تمہیں حاصل ہے اسے دوسروں تک پہنچاؤ، اپنے تک محدود مت رکھو، اس لئے میرے جتنے بھی رشتہ دار، پڑوسی، دوست اور ماں باپ تھے، ان تک میں نے اپنے لیول سے دعوت پہنچانے کی کوشش کی، چھوٹی موٹی باتیں خصوصا مورتی پوجا کا کنسپٹ، شرک سے بچنے کے لئے، جو کچھ میرا اس وقت علم تھا، ان تک پہنچایا، زیادہ تر تو دھرم کی ایک جیسی باتوں کو لیکر دعوت دینے کی کوشش کی، میرا کافی سال تک دعوت دینے کا طریقہ کار بھی کمپریٹیو ریلیجین ہی رہا، اور 2010 کے بعد میں نے فیلڈ ورک میں جانا شروع کیا، جہاں میں انجان لوگوں سے مل کر دعوت دیتی تھی، جیسے آفس میں یا جو لوگ مجھ سے پروفیشنلی رابطہ کرتے تھے ان کو، میں ایک سوشل ورکر ہوں، جو کیس میرے پاس آتے تھے، ان کو بھی دعوت دیتی تھی، اور باقاعدہ اس کام میں، میں پچھلے چھ سال سے لگی ہوں، الحمد للہ اللہ نے مجھے اس کام سے جوڑا ہوا ہے، اور میں دعا کرتی ہوں کہ اللہ تا عمر مجھے ایسے ہی جوڑے رکھے، آمین

س: ماشاء اللہ۔ اللہ ہم سب کو دعوتی شعور اور تڑپ عطا فرمائے، آمین آمنہ بہن آپ ہم سب کو اور نومسلموں کو کیا پیغام دینا چاہیں گی؟

ج: میں اپنے سبھی مسلمان اور نومسلم بھائیوں سے یہی بات کہنا چاہوں گی کہ جس تک اللہ کا یہ میسیج پہنچا ہے، اس کا فرض بنتا ہے کہ وہ اس کو اپنے پاس محدود نہ رکھے، اپنی جاگیر سمجھ کر نہ رکھے، اور اسے آگے جتنے لوگوں تک پہنچا سکتے ہیں، اتنے لوگوں تک پہنچائیں۔ جیسے آج کل کورونا وائرس چل رہا ہے، تو لوگوں کو پتہ ہے یہ ایک بیماری ہے اور یہ کس طرح پھیلتی ہے، اور اس سے کس طرح بچا جائے، اس لئے ہم لوگ کوشش کرتے ہیں کہ ہمارے جتنے بھی عزیز ہیں، جن کو ہم جانتے ہیں یا نہیں جانتے، ہم کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک یہ بات پہنچانی چاہئے کہ لوگ ان ان چیزوں سے بچیں۔ جس طرح ہم ایک چھوٹی سی بیماری کورونا وائرس کو لے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کرمعلومات پھیلانے کواپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں،اسی طرح اسلام کی دعوت کا کام تو زندگی اور موت کا سوال ہے، یہاں کی زندگی تو فانی اورختم ہونے والی ہے،اور یہاں کے بعد کی زندگی جو ہمیشہ رہنے والی ہے،اس کا سوال ہے،تو دعوت ہم سب کے لئے اتنی اہم ذمہ داری ہے، ہم اسے اپنے تک محدود نہیں رکھ سکتے، انسانوں کی خیرخواہی کے لئے چاہئے ہم سب میدان میں آئیں، آپ چاہے جس شعبہ سے ہوں،اور چاہے جس مکان سے ہوں، اگرآپ میں استطاعت ہے تو آپ دعوت کے کام سے لگیں یہی اس دور کی ضرورت ہے، اور جنہیں نہیں پتہ ہے غیر مسلم بھائی بہن، میں ان سے اتنی بات کہنا چاہوں گی کہ آپ کسی بھی چیز کو نفرت سے دیکھیں گے تو اس کی اصلیت کو،سمجھ نہیں پائیں گے، اس لئے نفرت سے الگ ہوکر اسلام کی باتیں اور تعلیمات اگر نہ مانیں تو سن تو لیں،کبھی نہ کبھی ماننے بھی لگیں گے، یہ ایک بیسک سی بات ہے ہم سب اللہ کی مخلوق ہیں،تو اگر آپ کو لگتا ہے کہ قرآن مشکل کتاب ہے،آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گی،تو آپ اپنے ہی مذہب کی کتابیں پڑھ لیں جیسے وید،اپنشد،سکھوں کے لئے جپو جی، کرشچین کے لئے نیو ٹیسٹامنٹ ہے، اگر آپ لوگ اپنے ہی مذہب کو صحیح طور سے جان لیں گے تو پتہ چل جائے گا کہ تمام مذاہب میں اللہ کے نبی کے بارے میں،ان کی آمد کے بارے میں صاف طور سے بتایا گیا ہے، اس لئے اگر قرآن کو نہیں بھی پڑھنا چاہتے تو اپنے ہی مذہب کی کتابیں پڑھیں آپ کو ایک ہنٹ ملے گی، جو آپ کو منزل تک پہنچادے گی۔

ہم مسلمانوں کو کوشش کرنی چاہئے کہ تمام مدعوایک بار ہماری بات سن لیں، ماننا نہ ماننا ان کا کام ہے۔تاکہ ہماری ذمہ داری پوری ہو سکے، حجت تمام ہو سکے، اللہ سے دعا بھی کرتے رہیں کہ اللہ ہم سے اپنی رضا کا اور دعوت کا کام لیتا رہے۔آمین

س: اس وقت آپ کیا کر رہی ہیں،اور کس حال میں ہیں؟

ج: میں ایک سافٹ ویر انجینئر ہوں، میں نے بہت ساری آرگنائیزیشن میں کام کیا ہے، سافٹ ویئر انجینئر ہونے کی حیثیت سے۔اور بزنس انالائزر کی حیثیت سے، اب میں پچھلے کچھ سال سے دہلی میں ہوں، اور میں نے ہر جگہ کام کر کے یہ محسوس کیا ہے کہ اصل میں زندگی گذارنے کا جو ڈھنگ ہے وہ صرف اسلام سکھاتا ہے، میری شادی ابھی پچھلے سال ہی ایک اچھے خاندان میں ہوئی ہے، میں فی الحال بہت خوش اور مطمئن ہوں۔الحمدللہ

غزل

پاؤں میں جوتے نہ تھے اور حکمرانی کا سفر
ہم نے یوں بھی طے کیا ہے زندگانی کا سفر

قاتلوں کے بیچ رہ کر حق بیانی کا سفر
عمر بھر کرتے رہے ہم ضو فشانی کا سفر

روشنی میں تم کرو گے جو سفر، قرآن کی
سچ تو یہ ہے وہ سفر ہے کامرانی کا سفر

جو بہا ہے خون ناحق رنگ لائے گا ضرور
کب تلک جاری رہے گا خوں فشانی کا سفر

کیسے مل پائے گا جیتے جی سکونِ دل بھلا
زندگی تو ہے قیودِ نا گہانی کا سفر

دیکھنا تم ایک دن تنہا کھڑے رہ جاؤ گے
خار راہوں کا سفر ہے بدگمانی کا سفر

مان لو کچھ دور بھی تو چل نہ پاؤ گے جمالؔ
اس قدر ذلت بھرا ہے مہربانی کا سفر

جمال ہاشمی
قاضیان چوک کھتولی، ضلع مظفرنگر

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بھارت کے مسلمان!

ڈاکٹر جگن ناتھ آزاد

﴿ ہندوستانی مسلمانوں سے خطاب ﴾

اس دور میں تو کیوں ہے پریشان و ہراساں
کیا بات ہے کیوں ہے متزلزل تیرا ایماں
دانش کدۂ دہر کی اے شمع فروزاں
اے مطلع تہذیب کے خورشید درخشاں
حیرت ہے گھٹاؤں میں تیرا نور ہو ترساں
بھارت کے مسلماں، بھارت کے مسلماں

تو درد محبت کا طلب گار ازل سے
تو مہر و مروت کا پرستار ازل سے
تو محرم ہر لذت اسرار ازل سے
ورثہ تیرا رعنائی افکار ازل سے
رعنائی افکار کو کر پھر سے غزل خواں
بھارت کے مسلماں.....

ہرگز نہ بھلا میرؔ کا، غالبؔ کا ترانہ
بن جائے کہیں تیری حقیقت نہ فسانہ
قزاق فنا کو تو ہے درکار بہانہ
تاراج نہ ہو قاسمؔ و سیدؔ کا خزانہ
اے قاسمؔ و سیدؔ کے خزانے کے نگہباں
بھارت کے مسلماں.....

حافظؔ کے ترنم کو بسا قلب و نظر میں
رومیؔ کے تفکر کو سجا قلب و نظر میں
سعدیؔ کے تکلم کو بٹھا قلب و نظر میں
دے نغمۂ خیامؔ کو جا قلب و نظر میں
یہ لحن ہو پھر ہند کی دنیا میں ہویدا
بھارت کے مسلماں.....

طوفان میں تو ڈھونڈھ رہا ہے جو کنارا
امواج کا کر، دیدۂ باطن سے نظارا
ممکن ہے کہ ہر موج بنے تیرا سہارا
ممکن ہے کہ ہر موج نظر کو ہو گوارا
ممکن ہے کہ ساحل ہو پس پردۂ طوفاں
بھارت کے مسلماں.....

ظاہر کی محبت سے مروت سے گزر جا
باطن کی عداوت سے کدورت سے گزر جا
بے کار دل افگار رقابت سے گزر جا
اس دور کی بوسیدہ سیاست سے گزر جا
اور عزم سے پھر تھام ذرا دامن ایماں
بھارت کے مسلماں.....

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اسلام کی تعلیم سے بیگانہ ہوا تو
آبادیِ ہر بزم تھا، ویرانہ ہوا تو
ممکن ہو تو پھر ڈھونڈھ گنوائے ہوئے ساماں

اجمیر کی درگاہِ معلّیٰ تیری جاگیر
ذرات میں کلیر کے فروزاں تری تصویر
سرہند کی مٹی ہے ترے دم سے فروزاں
ہر ذرّۂ دہلی ہے، تری ضو سے منور
گنگوہ کی تقدیس ہے قدوس سراسر
مدراس کی مٹی میں نہاں تاج شہیداں
بسطامی و بصری و معرّی و غزالی
حیرت ہے تو اب ہے اسی دنیا میں سوالی
افسوس صد افسوس تری تنگیِ داماں

مذہب جسے کہتے ہیں وہ کچھ اور ہے پیارے
مذہب میں تعصب تو بڑا جور ہے پیارے
اس دور میں مذہب کی صداقت ہو نمایاں

اسلام تو مہر و محبت کا بیاں ہے
ہر شعبۂ ہستی میں صداقت کا بیاں ہے
کیوں دل میں ترے ہو نہ حقیقت یہ فروزاں
اسلام کی تعلیم فراموش ہوئی کیوں
افراد کی تنظیم فراموش ہوئی کیوں
حیرت میں ہوں میں دیکھ کے یہ عالمِ نسیاں
ماحول کی ہو تازہ ہوا تجھ کو گوارا
کر آج نئے رنگ سے دنیا کا نظارا
ہو جائے گی تاریکیِ ماحول گریزاں

نامحرم ہر جرأتِ رندانہ ہوا تو
تو ایک حقیقت تھا، اب افسانہ ہوا تو
بھارت کے مسلماں .....

محبوبِ الٰہی کی زمیں پرتری تنویر
ہانسی کی فضاؤں میں ترے کیف کی تاثیر
بھارت کے مسلماں .....

پنجاب کی مستی اثرِ جذبِ قلندر
پٹنے کی زمیں نکہتِ خواجہ سے معطّر
بھارت کے مسلماں .....

جس علم کی جس فقر کی دنیا کے تھے والی
ہے گوشۂ پستی میں تری ہمت عالی
بھارت کے مسلماں .....

نفرت سے پرے اس کا ہر اک طور ہے پیارے
عقل و خرد و علم کا یہ دور ہے پیارے
بھارت کے مسلماں .....

اخلاص کی روداد، مروّت کا بیاں ہے
ایک زندہ و پائندہ حقیقت کا بیاں ہے
بھارت کے مسلماں .....

انسان کی تعظیم فراموش ہوئی کیوں
اخلاص کی اقلیم فراموش ہوئی کیوں
بھارت کے مسلماں .....

درکار ہے تہذیب کو پھر تیرا سہارا
چمکے گا پھر اک بار ترے بخت کا تارا
بھارت کے مسلماں .....

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

دعوتی سوالات اور میرے جوابات

جناب ریاض موسیٰ ملیباریؒ

قسط :۶

برصغیر کے معروف داعی دین جناب ریاض موسیٰ ملیباری، غیر مسلموں میں دعوت کے حوالہ سے ایک بہت معتبر نام ہے، انھوں نے اپنی پوری زندگی اور تمام توانائیاں بلکہ اپنی جمع پونجی بھی اس کارخیر کے لئے وقف کررکھی تھی، اپنے دعوتی تجربات کی روشنی میں انھوں نے اس سلسلہ کے بہت سے سوالوں کے جواب ''دعوتی سوالات'' کے نام سے مرتب کئے تھے، جنہیں ارمغان کے قارئین کے لئے قسط وار پیش کیا جارہا ہے، یہاں یہ وضاحت مفید ہوگی کہ یہ تمام جوابات دعوتی تناظر میں دیئے گئے ہیں، احکام وفتاوی کے لحاظ سے، اور اپنی ضرورت کے اعتبار سے فائدہ اٹھانے کے لئے ان میں ترمیم کی جاسکتی ہے۔ امید ہے کہ کاروان دعوت کے مسافر اس کی روشنی میں اپنا سفر اور زیادہ کامیابی کے ساتھ طے کرسکیں گے۔ .....ادارہ

سوال: اسلامی کتابوں کے ذریعہ غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دینے پر آپ کا کیا موقف ہے؟

جواب: اسلامی لٹریچر اکثر مسلمانوں کے لئے تیار کیا جاتا ہے، غیر مسلموں کے لئے جو لٹریچر تیار کیا جائے گا اس پر سیرت رسول ﷺ کے مطابق لفظ ''اسلم'' بھی ہونا چاہیے چونکہ اسلامی لٹریچر میں اس کی کمی ہے اسلئے کافی نہیں ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب**

سوال: سارے مذاہب خدا کی طرف جانے کے لئے علاحدہ راستے رکھتے ہیں اس لئے سب ایک ہیں، لوگ جس طرح مختلف سواریوں سے ایک شہر جاتے ہیں ان کی منزل ایک ہوتی ہے؟

جواب: سارے مذاہب ایک نہیں ہو سکتے آپ ایک غلط مثال کے ذریعہ اس مسئلے کو سمجھ رہے ہیں، یہ مسئلہ راستہ کا نہیں بلکہ فکر کا مسئلہ ہے، آپ کا یہ کہنا ایسے ہی ہے کہ کانگریس، بی، ایس، پی۔ بی، جے، پی، کمیونسٹ سب کے سب ایک ہی ہیں، آپ خود اس کو غلط کہیں گے۔ اگر آپ اس کو صحیح بھی بولیں گے، تو خود لوگ آپ کی تردید کریں گے۔ **واللہ اعلم بالصواب**

سوال: دعوت کا کام کس طرح کرتے ہیں؟

جواب: انبیاء علیہم السلام کے منہج پر۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال: انبیاء کے منہج پر کس طرح؟

جواب: قرآن و سنت پر تحقیق کر کے، انبیاء کرام کے طریقوں کو سیکھ کر اسی منہج پر دعوت کا کام کرتے ہیں۔ **واللہ اعلم**

سوال: مسلمانوں کی کئی جماعتیں دعوت کا کام کر رہی ہیں تو کیا وہ سب علی مناھج الانبیاء ہیں؟

جواب: جماعتوں کا طریقہ بالکل واضح ہے وہ لوگ اپنی جماعتوں، اپنی فکر کی طرف بلا رہے ہیں، یہ صحیح نہیں اور نہ یہ دعوت ہے۔ جب کہ قرآن میں اللہ نے فرمایا: ''ادع الی سبیل ربک'' اس کا معنی یہ ہے کہ دعوت اللہ کے راستے کی طرف ہو نہ کہ کسی جماعت کی طرف۔ **واللہ اعلم بالصواب**

سوال: ''وحدۃ الوجود'' کا کیا جواب ہے؟

جواب: دنیا میں اچھی اور بری چیزیں دونوں ہیں، سب کیسے خدا ہو سکتے ہیں؟ اللہ رب العالمین قرآن میں فرماتا ہے: ''سبحانہ وتعالیٰ عما یقولون علواً کبیراً'' (۱۷:۴۳) یعنی ''وہ پاک

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ہے اور وہ (مشرک) جو کچھ کہتے ہیں اس سے کہیں زیادہ اعلی و بلند تر ہے۔''

اللہ کے بارے میں جو سب سے زیادہ مقدس ہستی ہے اس کے ماننے والوں کے لئے یہ تصور بالکل غلط ہے۔ **واللہ اعلم**

سوال: اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے تو اس نے ہمیں شرک سے کیوں نہیں بچایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ہمیں آزادی دی ہے، اور شرک کرنے کے لئے اللہ کی طرف سے کوئی زبردستی نہیں ہے، اللہ نے انسانوں کو سماعت، بصارت، عقل وغیرہ دی ہے کہ وہ توحید اور شرک کے درمیان فرق کریں اور اپنے طور پر شرک سے بچنے کی کوشش کرتے رہیں۔ **واللہ اعلم بالصواب**

سوال: انسانوں کے لئے صرف انسانی فکر ہی کافی ہے کتابِ الٰہی کی ضرورت کیوں ہے؟

جواب: اللہ رب العالمین نے اس کائنات کو پیدا کیا، اس کائنات کی وسعت کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا، تو پھر زمین پر زندگی گزارنے کا طریقہ کیسے معلوم ہوگا؟

اسی طریقے کو بتلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن مجید کو نازل فرمایا۔ کوئی بھی فیکٹری، کمپنی ایک مشین تیار کرتی ہے تو طریقۂ استعمال کی کتاب بھی تیار کرتی ہے ورنہ وہ مشین خریدی ہی نہ جائے گی، کائنات جو اللہ کی تخلیق ہے اس میں زندگی گزارنے کے لئے اللہ نے کتاب نازل کی ہے۔ **واللہ اعلم**

سوال: کچھ لوگ کہتے ہیں محبت و الفت ہی صحیح مذہب ہے؟

جواب: جی نہیں! یہ عیسائیوں کا پروپیگنڈہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کئی صفات ہیں، صرف محبت ہی نہیں۔ ہاں محبت بھی ایک اللہ کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفات پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اگر ہر ایک آدمی اللہ کی ایک ایک صفت کو لے لے تو ۹۹ / خدا بن جائیں گے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سوپر پاور (Super Power) طاقت ہے۔ انسان اس کا تصور اپنی (Limited) محدود عقل سے نہیں کر سکتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ تمام لوگوں، جانوروں، ساری مخلوق کی ساری باتوں کو سنتا ہے، ان کے متعلق علم رکھتا ہے، اس کا تصور ہم نہیں کر سکتے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی صفات انسان کے عقل کے دائرہ میں نہیں آسکتیں، لیکن اس بڑی اور عظیم ذات کو انسان اپنی ہی سوچ میں سکیڑنے کی ناکام کوشش کرتا ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب**

سوال: قدیم زمانے میں لوگ علماء کو دیکھ کر ہی اسلام قبول کر لیتے تھے مگر آج؟

جواب: قدیم علماء میں ایک للّٰہیت تھی، جس سے لوگ متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیتے تھے، ایک داعی اگر آج بھی اپنے اندر للّٰہیت اور اخلاص پیدا کرلے، اور اپنی پہچان والوں اور غیر مسلموں کے ساتھ اچھے تعلقات رکھے، تو آج بھی لوگ اسے دیکھ کر اسلام قبول کر سکتے ہیں۔ **واللہ اعلم بالصواب**

سوال: اسلام نے بت پرستی سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے تو پھر مسلمان کعبہ کے حجر اسود کا بوسہ کیوں لیتے ہیں؟

جواب: واضح رہے کہ بوسہ لینا عبادت کا حصہ نہیں ہے۔ ہم اپنے بچوں کا بوسہ لیتے ہیں تو کیا ہم ان کی نعوذ باللہ پوجا، عبادت کرتے ہیں ہرگز نہیں بلکہ بوسہ لینا یہ پیار اور محبت کی دلیل ہے۔ آپ ﷺ کے زمانہ میں ۳۶۰ / بت تھے مشرکین سارے بتوں کو پوجتے تھے یعنی مکمل بت پرستی موجود تھی۔ اُس زمانے میں بھی کسی ایک مشرک نے بھی حجر اسود کی پوجا نہیں کی یعنی وہ پوجا کرنے کے لائق چیز نہ تھی۔ ایک زمانہ کے بعد مکہ کے تمام مشرکین مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اس کے بعد خانۂ کعبہ سے سارے بت نکال کر پھینک دیے گئے لیکن حجر اسود کو پھینکا نہیں گیا کیونکہ اس کی حیثیت بت کی نہیں تھی۔ **واللہ اعلم بالصواب**

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

سوال: ہندو جو کرتے ہیں مسلمان ان کی مخالفت کرتے ہیں ، ہندو لوگ مشرق کی طرف متوجہ ہو کر سورج کی پوجا کرتے ہیں تو مسلمان مغرب کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھتے ہیں؟

جواب: ہمارا خانۂ کعبہ مکہ میں ہے، وہ دنیا کے سینٹر میں ہے مسلمانوں کو اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنی ہے، تو مکہ سے مشرق کی طرف رہنے والوں کو مغرب کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا پڑے گی، مکہ کے شمالی سمت میں رہنے والے جنوب کی طرف رخ کر کے نماز پڑھیں گے، اسی طرح مکہ کے جنوب میں رہنے والا شمالی سمت کی طرف رخ کر کے نماز پڑھے گا۔ **واللہ اعلم**

سوال: جس طرح ہندوؤں میں ذات پات ہے اسی طرح مسلمانوں میں بھی تو ہے مسلمانوں میں حجام اور مچھلی پکڑنے والوں سے بھی ہمارے لوگ شادی نہیں کرتے؟

جواب: آپ ایک حجام کی لڑکی سے نکاح کرنے کے لئے گواہوں کو لے کر اگر قاضی کے پاس جائیں گے تو وہ نکاح پڑھا دے گا، اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ اسلامی شریعت میں شادی کے لئے ذات پات کوئی رکاوٹ نہیں ہندو سماج میں رہتے ہوئے ہمارے اندر بھی چھوت چھات کے کچھ اثرات پیدا ہو گئے ہیں۔

آپ ﷺ نے زید بن حارثہؓ کا نکاح ایک قریشی لڑکی زینب بنت جحشؓ سے کرایا تھا اور زید بن حارثہؓ ایک غلام تھے۔ معلوم ہوا کہ ذات پات کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں یہ ہندو مذہب سے آئی ہوئی ایک برائی ہے۔ جسے ختم کرنے کی ضرورت ہے۔

سوال: اگر غیر مسلموں کے عقائد اور تہذیب کو اپنانے سے قرآن وسنت میں منع کیا گیا ہے تو پھر بھارت میں غیر مسلموں کی جمہوریت ، ڈیموکریسی کو اپنا کر مسلمان دعوت و تبلیغ کے لئے کیوں کھڑے ہیں؟

جواب: قرآن وسنت میں غیر اسلامی عقائد وتہذیب کو اپنانے سے ضرور منع کیا گیا ہے، لیکن جمہوریت کا تعلق نہ ہی عقیدہ سے ہے اور نہ ہی تہذیب سے، جیسے ملوکیت ہے، ڈکٹیٹر شپ ہے، فوجی حکومت وغیرہ ہے۔ اسی طرح جمہوریت بھی ہے۔ یہ سب حکومت کرنے کے الگ الگ طریقے ہیں۔ حکومت کرنے کے ایک طریقے کا نام جمہوریت بھی ہے۔

جمہوریت کا مثبت فائدہ یہ ہے کہ اگر یہاں کی اکثریت اسلام کی تائید میں آجائے تو یہاں اسلامی حکومت بھی چلا سکتے ہیں اس ملک میں مسلمانوں کے لئے زیادہ مناسب نظامِ حکومت، جمہوری نظام ہے اور دعوت وتبلیغ کے لئے بھی جمہوریت بہت زیادہ موزوں ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب**

سوال: دعوتی زندگی میں آپ کو کوئی پریشانی آئی ہے تو آپ نے اس کا مقابلہ کیسے کیا؟

جواب: دعوتی زندگی میں شیطان اپنی مختلف شکلوں (ماں، باپ، بیوی، بچے، بھائی، بہن وغیرہ) میں آکر پریشاں کرتا رہا، جب میں دعوت کے لئے گھر سے نکلتا تو چھوٹے بچے بیمار ہو جاتے، لیکن میں اللہ پر توکل بھروسہ کر کے نکل جاتا۔ ایک واقعہ قابل ذکر ہے۔ ایک دن سفر پر نکلتے وقت میری بچی کو سخت بخار تھا، اسی میں میری گاڑی کا وقت ہو گیا، میں اللہ پر بھروسہ کر کے یہ کہتے ہوئے گھر سے نکل گیا، اے اللہ! میری اپنی بچی کو تیرے بھروسہ پر چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ دو مہینے کے سفر کے بعد جب میں گھر واپس آیا تو پہلی بیوی کے گھر گیا، اس نے مجھ سے کہا ''جس دن آپ سفر پر گئے اسی دن میں نے خواب دیکھا کہ آپ کی دوسری بیوی کی بچی کو سخت بخار ہے۔'' دوسرے دن میں ایک اپنے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بچے کو لے کر ۱۴۰ کلومیٹر کا سفر طے کر کے آپ کی دوسری بیوی کے پاس پہنچی، تو دیکھا کہ آپ کی دوسری بیوی کی سمیہ نامی بچی کو سخت بخار ہے، تو میں اس بچی کو لے کر اپنے گھر چلی آئی اور پھر اچھے ڈاکٹر کو دکھا کر علاج کیا، ایک ہفتہ میں جب وہ ٹھیک ہوگئی تو اس کی ماں اسے آ کر لے گئی۔

ایک دوسرا واقعہ: میں آندھرا پردیش پنگھنور نامی بستی میں رہتا تھا، اسی دوران میں نے تین مسلم نوجوانوں کو دعوت کا طریقہ سکھایا۔ ان کی کوشش سے تین ہندو نوجوانوں نے اسلام قبول کر لیا یہ سن کر وہاں کے سارے مسلمان پریشان ہو گئے، چنانچہ مسلمانوں نے میرے خلاف پولیس اسٹیشن میں رپورٹ درج کرادی کہ کیرالہ سے ایک جادوگر آ کر بسا ہوا ہے اور اس جادوگر کا کام ہندوؤں کو مسلمان بنانا ہے، ہم کو ڈر ہے کہ کہیں ہماری بستی میں ہندو مسلم فساد نہ ہو جائے۔ کچھ دنوں بعد میرے چار نوجوان دوست کیرالہ سے مجھے ملنے کے لئے آئے اسی بستی میں، تو وہاں کے مسلمانوں نے سیاسی آدمی کو اپنے ساتھ لے کر پھر میرے خلاف پولیس اسٹیشن میں دوبارہ رپورٹ درج کرائی کہ کیرالہ سے اور چار نئے جادوگر آئے ہیں، جس گھر میں میں رہتا تھا، اس گھر کا مالک وہاں کا .V.I.P آدمی تھا، اس نے مجھ سے کہا کہ تمہارے خلاف پولیس اسٹیشن میں کمپلینٹ کیا گیا ہے، اس کے خلاف آپ بھی کچھ کرو، آپ بھی رپورٹ درج کرائیں۔ میں نے ان سے کہا جو کچھ وہ کرتے ہیں انہیں وہ کرنے دو، اللہ تعالیٰ میری حفاظت فرمائے گا۔ میں مسلمانوں کے خلاف بے بنیاد کمپلینٹ نہیں دوں گا اور میں اللہ سے دعا کرتا رہا۔ ''اللھم انزلنی منزلاً مبارکاً وانت خیرالمنزلین''۔

بہرحال اس رپورٹ کے بارے میں مجھ سے کسی نے پوچھا تک نہیں، اللہ کی مدد ایسی ہوئی کہ چند دنوں کے بعد جامعہ دارالسلام عمرآباد والوں نے مجھے عمرآباد بلالیا۔

تیسرا واقعہ: جنوری ۲۰۰۶ء میں، میں حیدرآباد سے بنگلور کے لئے روانہ ہوا، ٹرین میں بیٹھا تو تھوڑی دیر میں ایک نوجوان آیا اور کہا کہ آپ کے بشیر بھائی کو پولیس نے پکڑ لیا ہے، میں نے پوچھا کس سلسلے میں؟ جواب ملا ۳۰ر دسمبر کو بنگلور میں ایک سائنٹسٹ کا قتل ہوا ہے اسی سلسلے میں۔ ایک دو گھنٹہ کے بعد دوسرا فون آیا کہ بیجاپور والے عبدالرب کو بھی پکڑ لیا گیا ہے، پھر جب میں صبح بنگلور پہنچا تو وہاں معلوم ہوا کہ سید مجیر بھی پکڑ لئے گئے ہیں، پھر تھوڑی دیر کے بعد پتہ چلا کہ مدراس میں صداقت اللہ، اور عبدالاکبر بھی پکڑ لئے گئے ہیں۔ مدراس کے کسی اخبار نے بشیر بھائی کا فوٹو دے کر لکھا کہ یہ دراصل دہشت گرد تنظیم کے صدر ہیں دو تین دن سوال و جواب کے بعد انہیں چھوڑ دیا گیا، پھر بشیر بھائی بنگلور آئے تو بنگلور کی پولیس نے انہیں پھر پکڑ لیا اور پھر دو تین دن کے بعد چھوڑ دیا۔

سید مجیر میرے داماد تھے۔ ان کے گھر سے فون آیا کہ ان کے گھر میں کوئی بھی کھانا نہیں کھا رہا ہے۔ میں نے ان سے کہا: آپ لوگ کھانا کیوں نہیں کھا رہے ہیں کیا آپ کو اپنے بچے سے یہ توقع ہے کہ وہ دہشت گرد ہے؟ انہوں نے جواب دیا نہیں نہیں، میں نے کہا مجیر کو وقت پر کھانا دیا جا رہا ہے پولیس اسٹیشن میں، دو دن میں وہ واپس آئیں گے۔ اپنی تسلی کے لئے آپ کسی وکیل سے مشورہ کر لیجئے۔ بنگلور کے پولیس کمشنر اور اسٹیٹ لیول کے عہدیدار اور .C.I.D ڈپارٹمنٹ کے عہدیدار سب کی موجودگی میں مجیر کو حکم دیا گیا کہ جہاد کے موضوع پر درس دو، مجیر نے سب کے سامنے یہ درس دیا، پولس کمشنر نے مجیر سے پوچھا: یہ درس تم مسلم نوجوانوں کو کیوں دیتے ہو؟ مجیر نے کہا: کہ میرا کام ہی مسلم نوجوانوں کو درس دینا ہے۔ پھر دو تین دن کے بعد مجیر کو بھی پولیس نے چھوڑ دیا۔

دعوت کے میدان میں ہم کام کریں گے تو کبھی کبھی چھوٹی چھوٹی آزمائش آئے گی، بڑی بڑی آزمائشیں انبیاء کرام کے لئے تھیں، ہم پر وہ آزمائشیں نہیں آئے گی۔ **واللہ اعلم بالصواب**

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کتابیں اپنے آباء کی

قسط (۲۲)

الوفاء باسماء النساء

از: ڈاکٹر محمد اکرم ندوی

❖ مطیع الرحمٰن عوف ندوی ❖ 9794714117

آج ارمغان کے اس شمارہ میں ایک ایسی کتاب کا تعارف مقصود ہے جس کا چرچا اور شہرت ہم ایک عرصہ سے سنتے چلے آرہے ہیں، اہل علم وتحقیق اس کتاب سے عموماً گوش آشنا ہیں اور شدت سے اس کی طباعت کے منتظر تھے، یہ کتاب محض ایک کتاب ہی نہیں ایک انسائیکلوپیڈیا ہے جو کسی ادارہ یا اکیڈمی کا پروجیکٹ نہیں بلکہ محض ایک محقق واسکالر کی عرق ریزی اور کوہ کنی کی زندہ مثال ہے، اس کتاب کا نام ''الوفاء باسماء النساء، موسوعۃ تراجم اعلام النساء فی الحدیث النبوی الشریف'' ہے، یہ کتاب ۴۳ ضخیم جلدوں میں ہے اور اس میں فن حدیث میں خدمات انجام دینے والی تقریباً دس ہزار سے زائد خواتین کے حالات زندگی اور ان کی تفصیلات ہیں، اس کتاب کے مایۂ ناز وقابل قدر مصنف علم و تحقیق کی دنیا کے روشن مینار اور یورپ کے کلیساؤں میں اسلام کی صدا بلند کرنے والے ایک ندوی فاضل ڈاکٹر محمد اکرم ندوی ہیں جو لندن میں ایک ادارہ کے روح رواں ہیں، اور انھوں نے پندرہ سال کی جہد مسلسل کے بعد یہ قابل قدر خدمت انجام دی ہے، جس نے علم وتحقیق کی دنیا میں ایک بڑے خلا کو پر کیا ہے، نیز مستشرقین اور دشمنان اسلام کے اس الزام کا جواب دیا ہے کہ اسلام میں خواتین کے حقوق نہیں دیئے گئے اور پردہ کی وجہ سے وہ ترقی کی بلندیوں میں پیچھے رہ گئیں، اس کتاب کو مصنف نے عربی زبان میں تصنیف کیا ہے، جب کہ اس کی پہلی جلد جو کتاب کے مقدمات پر مشتمل ہے اس کا انگریزی ترجمہ خود ڈاکٹر موصوف نے کیا تھا جو یو کے (U.K.) سے AL MUHADDITHAT THE WOMEN SCHOLERS IN ISLAM کے نام سے ۲۰۰۷ء میں شائع ہوگیا تھا، اور انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہے۔

مصنف کتاب نے پندرہ سال کے عرصہ میں ان تراجم اور سوانح کو جمع کیا ہے، کتاب کی تالیف میں اسماء الرجال کی کتابوں کے تذکرے، مشیخات، ان کے احوال زندگی، روایات، اسانید وغیرہ کو بہت سی مطبوعات، مخطوطات اور نادر کتابوں سے اخذ کیا گیا ہے، اور ان معلومات کو دمشق، ترکی، مصر، برطانیہ، الجزائر، اور ہندوستان وغیرہ کے کتب خانوں سے حاصل کیا گیا ہے۔

اس کتاب کی پہلی جلد مقدمہ کتاب کے عنوان سے ہے جو ایک مستقل جلد ہے اس میں کتاب کی تفصیلات پر ایک تجزیاتی تحریر ہے، یہ کتاب اہل بیت النبی (امہات المؤمنین اور آپ ﷺ کی بیٹیوں) پھر تمام صحابیات، پھر تابعیات پھر دوسری صدی کی خواتین پر مشتمل ہے، اس کے بعد اگلی صدی سے لے کر پندرھویں صدی ہجری تک کی خواتین کا تذکرہ ہے، ان خواتین کے حالات زندگی میں صاحب تذکرہ کا نام، اس کا نسب، جائے پیدائش، شیوخ، اس کے اسفار، خاندانی حالات، شاگردوں اور روایت کردہ احادیث کی تفصیلات اور وفات تک کے حالات موجود ہیں کتاب بیش بہا اور نوع بہ نوع معلومات پر مشتمل ہے، اسی کے ساتھ اکثر خواتین کے حالات میں بہت سے مفید اور نفع بخش

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

پہلوؤں کو بھی نمایاں کیا گیا ہے۔

فن حدیث میں خواتین اسلام کی خدمات کے موضوع پر اپنی ضخامت اور موضوع کے اعتبار سے یہ پہلی کتاب ہے جو منظر عام پر آئی ہے، جب کہ محض خواتین اسلام کے تراجم وتذکرہ کے عنوان سے اس سے قبل مختلف اہم کتابیں وجود میں آچکی ہیں۔ مثلاً ''اعلام النساء فی عالمی العرب والاسلام'' کے نام سے عالم اسلام کے مشہور محقق ومصنف علامہ عمر رضا کحالہ کی کتاب کو مؤسسۃ الرسالۃ نے شائع کیا، جو پانچ ضخیم جلدوں اور دو ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل ہے، اسی طرح ابن قیم جوزی کی ''اخبار النساء'' کو شہرت دوام حاصل ہے، سحر الناجی کی کتاب ''الداء والدواء فی اخبار النساء'' کو دار الحضارۃ نے شائع کیا تھا، اور دار ابن حزم نے ''موسوعۃ الوفاء فی اخبار النساء'' کے نام سے قاسم عاشور کی کتاب شائع کی، یہ کتابیں بھی اپنے موضوع پر مقبول ترین ہیں

کتاب کی تالیف کا مقصد واضح کرتے ہوئے مصنف ڈاکٹر محمد اکرم ندوی نے اماراتی جریدہ ''الوطن'' کو انٹرویو دیتے ہوئے ۱۹۱۴ء میں کہا تھا کہ ''اسلام کے روشن عہد کی اقتداء کرتے ہوئے مسلمان خاتون کو تعلیم وتربیت کی طرف راغب کرنا اور مستشرقین کے ان اثرات کا دفاع کہ مسلمان عورت مظلوم ہے یا مجبور ہے۔

اس کتاب کی تصنیف کے لئے جس چیز نے مصنف کے لئے مہمیز کا کام کیا وہ برطانیہ سے نکلنے والے ٹائم میگزین کا ایک مضمون ہے جس میں اسلام کو عورتوں پر ظلم کرنے والا مذہب قرار دیا گیا تھا، اس وقت مصنف کتاب آکسفورڈ لندن میں اسلامک اسٹڈیز سنٹر سے منسلک تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے علم تھا کہ بے شمار خواتین اسلام رواۃ حدیث ہیں، میں نے ان کے تراجم و حالات کو جمع کیا اور الزام کو غلط ثابت کرنے کے لئے ایک دو جلدیں کافی تھیں لیکن اس کام کو شروع کرنے کے بعد علم ہوا کہ اس موضوع پر معلومات بے پناہ ہیں اور اس طرح یہ کام تینتالیس جلدوں میں مکمل ہوا۔

اس کتاب کو دار المنہاج جدہ نے شائع کیا ہے، کتاب کے منظر عام پر آنے کے بعد اسے عالم عربی کے علاوہ یورپ وامریکہ سے بھی داد تحسین مل رہی ہے، استاذ محمد خیر رمضان یوسف نے کتاب کا تعارف کراتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ ''ہم مبالغہ سے کام نہ لیتے ہوئے برملا یہ کہتے ہیں کہ آپ اسلامی کتاب کی تاریخ میں ایسی نظیر اور مثال نہیں پائیں گے''۔

مولانا محمد اکرم ندوی کے ہم درس ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی نے تحریر کیا ہے کہ ''بھائی اکرم ندوی اس عظیم علمی خدمت پر تحسین و ستائش کے مستحق ہیں، پوری ندوی برادری کو ان پر ناز ہے، انھوں نے یورپ میں بیٹھ کر ان مستشرقین کے الزام کا منہ توڑ جواب دیا ہے جو کہتے ہیں کہ اسلام نے عورت کو گھر کی چہار دیواری میں بند کر کے تحصیل علم سے محروم کر رکھا ہے، ڈاکٹر موصوف نے اس تصنیف کو ڈاکٹر محمد اکرم ندوی کا غیر معمولی کارنامہ قرار دیا ہے۔ جب کہ مصنف کے سلسلہ میں ان کے ایک اور رفیق نے اپنے تأثرات کا اظہار کچھ اس طرح کیا ہے کہ ''ہمارے برادر عزیز ومکرم ڈاکٹر محمد اکرم نے بفضل وتوفیق ایزدی وہ کارنامہ انجام دے ڈالا جو صدیوں سے کسی فرہاد کا منتظر تھا اور مادر علمی ندوۃ العلماء اور اس کے تمام کہہ ومہ منتسبین کے لئے ایک حقیقی، بے پایاں مسرت کا مژدہ جاں فزا فراہم کیا، ایک لمبے عرصے سے اس اہم علمی انجاز کے ظہور کے لئے آنکھیں منتظر تھیں بلکہ آنکھوں سے پہلے دل بصد شوق سراپا انتظار تھے''۔

علم وتحقیق کی دنیا میں الوفاء باسماء النساء کا یہ موسوعہ ایک ایسا مرقع ہے جو نہ صرف ایک بڑے علمی خلاء کو پر کرنے والا ہے بلکہ اس سے اسلام کی عظمت دوبالا ہوتی ہے، ان اسلام مخالف عناصر کے سامنے جنہوں نے مختلف الزامات کے ذریعہ اسلام کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی ہے خاص طور پر اسلام میں خواتین کے حقوق، حجاب اور تعدد ازدواج کو لے کر، یہ کتاب ان سب کا ایک مدلل جواب ہے، اللہ تعالیٰ مصنف کے درجات کو بلند فرمائے۔ آمین

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

پروفیسر محسن عثمانی ندوی

اسلامی تاریخ میں علماء کی کمی نہیں رہی، بیسویں صدی میں بھی آسمان کے روشن ستاروں کی طرح علماء بے شمار ہوئے، اوران سے یہ زمیں روش کہکشاں بن گئی۔ کوئی عالم دین، روحانیت اور ربانیت میں آفتاب و ماہتاب تھا، کوئی عالم دین تفسیری خدمات میں یا حدیث میں یگانہ تھا، کسی نے فقہ کے میدان میں بیش بہا خدمات انجام دی تھیں، کسی نے تنہا سیرت نبوی کے موضوع پر انسائکلو پیڈیا مرتب کرڈالی تھی کسی نے اسلامی تاریخ لکھنے کا عظیم کارنامہ انجام دیا تھا، کسی نے اسلامی علوم کی کوئی شاخ اپنے لئے منتخب کی اوراسے شاداب اور بہار آشنا کیا، کسی نے جدید علم کلام کو اپنا موضوع بنایا اور اسلام پر اعتراضات کے مدلل اور تشفی بخش جواب دیئے اور مغرب کے سحر سامری کو توڑ ڈالا، ایسے علماء بھی پیدا ہوئے جنہوں نے غیر ملکی اقتدار کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکنے میں جان ومال کی قربانیاں دیں، ایسے علماء بھی سامنے آئے جنہوں نے اپنے اپنے ملکوں میں اسلام کے نظام حیات کو برسر عمل لانے کی کوشش کی، یہ تمام علماء قابل قدر اور لائق فخر ہیں اور امت اسلام کو ان سب کا شکر گذار ہونا چاہئے۔

مولانا علی میاں کا امتیاز یہ ہے کہ انہوں نے بہت سے علماء کی گوناگوں خصوصیات کو اپنے اندر جمع کرلیا تھا، ان کی شخصیت عطر مجموعہ کی مانند تھی، قرآن کا مطالعہ ان کا خصوصی میدان تھا، ان کی شخصیت قرآن کے سانچہ میں ڈھلی ہوئی اور سیرت نبوی کی خوشبو میں بسی ہوئی تھی، وہ مفکر بھی تھے مؤرخ بھی تھے، ادیب بھی تھے اور عربی اور اردو کے بلند پایہ مصنف اور نثر نگار بھی تھے، مذہبی قائد بھی تھے، تصوف اور روحانیت میں بڑے مقام کے حامل تھے، اور اسی کے ساتھ ان کا بڑا امتیاز یہ ہے کہ وہ عالم اسلام کے محتسب اور نگراں بھی تھے۔ اقبال کی طرح ان کا بھی نظریہ تھا:

''ہے حقیقت جس کے دین کی احتساب کائنات''

مسلم ملکوں میں کوئی کام خلاف اسلام ہوتا، کوئی غلط گمراہ کن نظریہ پھیلایا جاتا، مغربی تہذیب کا جھنڈا بلند کیا جاتا، مولانا کی غیرت وحمیت اسے برداشت نہیں کرتی، مولانا اس موضوع پر لکھتے اور تقریریں کرتے، عربوں کو طاقت ور انداز میں خطاب کرتے، مولانا کی عربی زبان عام حالات میں گوہر بار ہوتی تھی، لیکن جہاں دین کو کوئی نقصان پہنچتا ہو، چاہے وہ عرب ملک ہی میں کیوں نہ ہو، تو پھر ان کا قلم شرر بار اور تیغ جوہر دار بن جاتا تھا۔ ترکی کے کمال اتاترک کا ذکر آئے یا مصر کے جمال عبدالناصر کا تذکرہ ہو، مولانا کے قلم کو آتش بار دیکھا گیا، اوران دونوں نے عالم اسلام کو جو نقصان پہنچایا ہے مولانا اس سے شدید نالاں تھے، مولانا اس وقت اگر بقید حیات ہوتے، ان کی غیرت کی زبان اور حمیت کے قلم کی تنقید کے تیروں کا رخ عبدالفتاح سیسی کی طرف ضرور ہوتا جس نے جمال عبدالناصر کے ظلم کی یاد تازہ کردی بلکہ اسے بھی پیچھے چھوڑ دیا، اور مولانا کے غیض وغضب کا نشانہ وہ عقال پوش اور عبا بدوش اور بادہ نوش اور ایمان فروش اور محروم عقل وہوش خاقان بن خاقان محمد بن سلمان جیسے عرب حکمراں بھی ہوتے جو عبدالفتاح سیسی کے خاص مددگار اور اسرائیل کے یار غار رہے تھے اور ہیں، ان کی شرر بار تحریر وتقریر کا نشانہ وہ خلیجی ملک بھی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ہوتے، جہاں علانیہ دین داری اور اسلام پسندی کو جرم اور دہشت گردی قرار دیا جارہا ہے، اور اسلام کا اور اسلامی نظام کا نام لینے والوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا جارہا ہے، جو لوگ حالات سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ عرب دنیا میں اس وقت جو کچھ ہورہا ہے اور ظلم ڈھایا جارہا ہے، وہ مذہبی ذہن رکھنے والوں کے لئے آشوب قیامت سے کم نہیں، حرمین کی سرزمین میں کئی سوسینما گھر کھولے جارہے ہیں، مغربی ثقافت کو درآمد کرنے کا انتظام ہورہا ہے اور اس کا نام معتدل اسلام رکھا گیا ہے، بعض عرب ملکوں میں اخبارات کی رپورٹ کے مطابق حفظ قرآن اور مسجدوں میں دینی بات کرنا بھی جرم ہوگیا ہے اور اس کی سزا ۵/ ہزار درہم مقرر ہے

(روزنامہ انقلاب ۱۷ نومبر ۲۰۱۷)

ہر جگہ دینی قیادت کو سخت سزا اور عقوبتوں کا سامنا ہے، قرآن کی وہ آیتیں جن میں یہودیوں برا کہا گیا ہے نصاب سے خارج کی جارہی ہیں عرب امارات میں قحبہ خانے موجود ہیں، اسرائیل سے دوستی اور یارانہ، اور بیت المقدس سے انداز بیگانہ، جمال خاشقجی کا قتل اور محمد بن سلمان کی رسوائی اور فتن یا ہو کے ساتھ سمندر کے ساحل پر اس کی چوری چھپے آشنائی۔ عرب ملکوں میں اور ارض حرم پر جو کچھ ہورہا ہے وہ عصر حاضر کا سانحہ کربلا ہے، آج بھی اہل دین کے لئے وہی آبلہ پائی ہے، وہی دشت نوردی ہے، وہی صحراء ہے اور آج بھی وہی کوئے نفاق موجود ہے، وہی یزید کا طمطراق ہے وہی ملوکیت ہے اور سیم وزر کا معبد ہے اس کے اوپر قصر سلطانی کا گنبد ہے۔ لیکن ہمارے علماء دین کے لب اظہار پر تالے اور زبان قلم پر چھالے پڑے ہوئے ہیں۔ یہ تنقید کسی خاص شخصیت پر نہیں ہے بلکہ ان تمام چھوٹی اور بڑی دینی قیادتوں پر ہے جو برصغیر میں سرگرم عمل رہتی ہیں اور اتنی خطرناک باتوں کا نوٹس نہیں لیتی ہیں۔

بعض علماء اور اچھے خاصے دین دار لوگوں کا کہنا ہے کہ دینی اداروں کا بڑا نقصان ہوجائے گا اگر ان اداروں کے ذمہ دار عرب حکمرانوں کی ان غلطیوں پر نکتہ چین ہوں گے، ہم یہاں کشکول گدائی رکھنے والے علماء کو اور دینی اداروں کے ذمہ داروں کو مولانا علی میاں کا ایک قول یاد دلانا چاہیں گے، مولانا نے ایک موقع پر تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ

''اللہ تعالی اس دن سے پہلے ہمیں دنیا سے اٹھالے جس دن ہم ان خلیجی بادشاہوں اور حکمرانوں کو اپنا رزاق سمجھنے لگیں گے''

اب مولانا کی غیرت اور حمیت کا کوئی ہندوستان میں وارث نہیں رہ گیا ہے اور نہ کوئی ان کے استغناء اور توکل کا نمونہ پیش کرنے والا ہے، اور نہ کوئی عرب دنیا میں پیدا ہونے والے ''الفتنۃ الکبری'' پر نکیر کرنے والا باقی رہا ہے۔

مولانا علی میاں کی شخصیت ہمہ جہت اور ہمہ پہلو تھی وہ ہشت پہل ہیرے کے مانند تھے۔ مولانا نے مصلحین امت اور صوفیاء کرام کا تذکرہ لکھا ہے اس اعتبار سے وہ مؤرخ تھے، وہ مدارس میں اصلاح نصاب اور مسلم ملکوں میں اصلاح فکر وذہن کے بڑے وکیل اور ترجمان تھے، اس اعتبار سے وہ مفکر اسلام تھے، اسی کے ساتھ وہ ایک صوفی باصفا اور شیخ طریقت بھی تھے اور روحانیت میں ان کا پایہ بہت بلند تھا اور اس کی گواہی اہل صدق و صفا نے دی ہے، ان سب کے ساتھ وہ احیائے اسلام کے بہت بڑے داعی تھے۔ ایسی جامعیت کی شخصیت مشکل سے پیدا ہوتی ہے۔ لیکن مولانا کی شخصیت کی امتیازی صفت ان کی غیرت و حمیت ہے مولانا کا عرب وعجم میں احترام تو بہت کیا گیا لیکن اس کے باوجود علماء نے اور دینی مدارس کے ذمہ داروں نے اور دینی جماعتوں کے رہنماؤں نے ان کو اپنا رول موڈل نہیں بنایا۔ بڑے بڑے علماء ان کے دست گرفتہ ہوئے، اہل سلوک نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی، لیکن مولانا کے افکار وخیالات کو انہوں نے جذب نہیں کیا، انہیں مولانا کے ذریعہ مقامات سلوک طے کرنے کی فکر لاحق رہی، لیکن ملت اسلامیہ کیلئے مولانا کی بصیرت مندی اور دردمندی اور فکر کی ارجمندی اور مزاج کی غیرت مندی اور

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

جرأت مندی کی انہوں بالکل اقتدا نہیں کی۔ مدارس کے علماء مولانا کا احترام بہت کرتے تھے لیکن اصلاح نصاب اور اصلاح ذہن وفکر سے متعلق ان کے خیالات کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھے، مولانا کی آواز صدا بصحراء رہی۔ ایک دور افتادہ صدا جسے گوش حق نیوش بڑے پیمانہ پر نصیب نہ ہوسکا۔ نہ دینی جماعتوں کے بارے میں مولانا کی اعتدال پسندی قابل تقلید ٹھہری، وہی عصبیت اور وہی مسلکی شدت مولانا کے بعد بھی باقی رہی۔

پھر مولانا کی شخصیت کے ایک اور بہت اہم پہلو پر بھی غور کرنا چاہئے، مولانا اپنی طبیعت کے اعتبار سے ایک زاہد مرتاض اور ایک عابد شب زندہ دار شخص تھے، یا وہ ایک ادیب اور عربی اور اردو زبان کے عظیم مصنف تھے، ان دونوں مزاج اور افتاد طبع کا تقاضہ یہ ہوتا ہے کہ انسان تنہائی پسند ہو، اپنے خلوت کدہ سے باہر نہ آئے، لیکن ملک کے حالات کا اور دین اسلام کا تقاضہ تھا کہ برادران وطن کو خطاب کیا جائے اور ملک میں وہ کام کیا جائے جس کے لئے اللہ نے زمین پر بیشمار پیغمبر بھیجے، اس عظیم کام کے لئے ضروری تھا کہ پہلے زمین کو ہموار کیا جائے اور پہلے مرحلہ میں ملک کے باشندوں کو اسلام سے مانوس کیا جائے، یہ وہ کام تھا جو صدیوں سے اس ملک میں کیا ہی نہیں گیا، مولانا کی پیام انسانیت کی تحریک کو لوگوں نے سمجھا ہی نہیں، اور سمجھا تو یہ سمجھا کہ اس تحریک کا مقصد صرف میل ملاپ اور بھائی چارہ ہے، مولانا کے جذبہ دعوت کو سمجھنے کے لئے صرف ایک واقعہ کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک بار رمضان کے زمانہ میں رائے بریلی میں آخری عشرہ میں جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد مولانا نے رمضان اور روزے کی اہمیت پر تقریر فرمائی اور تقریر کے بعد اپنی دعا میں یہ بھی کہا کہ اے اللہ تو کلیم صدیقی کے مشن کو کامیاب کردے تین بار بلند الفاظ میں انہوں نے یہ بات کہی۔ لوگ جانتے ہیں مولانا کلیم صدیقی کا مشن کیا ہے۔

الغرض مولانا نے پورے ملک میں پیام انسانیت کی تحریک شروع کردی، شہر بہ شہر برادران وطن کو، غیر مسلموں کو جمع کرکے خطاب کرنا شروع کیا، مولانا کا یہ وہ مجتہدانہ کام ہے جس کی نظیر ہندوستان میں پچھلی کئی صدیوں میں نہیں ملتی ہے۔ بہت سی باتیں مجبوری میں وضاحت کے لئے لکھنی پڑتی ہیں۔ بہت سے خام ذہنوں میں یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ پیغمبر تو براہ راست دعوت دیتے ہیں اور مانوس کرنے کی کوئی تحریک نہیں چلاتے ہیں، بجا ارشاد لیکن یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ پیغمبر اور اس کی مدعو قوم سب ایک دوسرے سے واقف ہوتے ہیں۔ رسول اللہؐ اور ان کی قوم کے درمیان روابط موجود تھے، تعلقات تھے، رشتہ داریاں تھیں لسان قوم بھی ایک ہی تھی، دعوت کا پلیٹ فارم موجود تھا، ہندوستان میں دعوت کا پلیٹ فارم ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے، اس لئے یہاں اسلام اور مسلمانوں سے دعوتی مقصد کے لئے پہلے مانوس کرنے کی ضرورت پیش آئی، اور اس ضرورت کو مولانا علی میاں نے محسوس کیا، دینی اور دعوتی شعور کی یہ مثال کسی اور شخصیت کے یہاں نظر نہیں آتی ہے، نہ حال میں نہ ماضی قریب کی تاریخ میں۔ اب اس پیغمبرانہ مشن کی ضرورت کا احساس تک ختم ہوگیا ہے۔ کچھ لوگ مسلمانوں کو کلمہ سکھانے اور نماز پڑھوانے کے مشن میں لگے ہوئے ہیں اس کام کی افادیت سے کسے انکار ہے، لیکن یہ پیغمبرانہ مشن سے الگ کام ہے۔ کچھ لوگ اسلامی نظام کی برتری ذہنوں میں بٹھانے کی کوشش کررہے ہیں، لیکن اسی کے ساتھ انہوں نے ہندوستان کی زبانوں میں دعوتی مقصد سے اسلامی لٹریچر بھی تیار کرلیا ہے یقیناً یہ مفید کام ہے اور دعوتی شعور کا ثبوت ہے، افسوس ہے قدیم طرز کے علماء نے اس کام کی قدر نہیں کی۔ لیکن یہ پودا بھی اس وقت برگ وبار لائے گا جب ہندوستان کی آبادی کو مانوس کرلیا جائے گا اور ان کی غلط فہمیاں دور ہوجائیں گی اور نفرتوں کی دیوار گرادی جائے گی۔ کچھ لوگوں نے مسلمانوں کے حقوق کی قانونی لڑائی لڑنے کو یا پرسنل لا کی حفاظت کو سب سے اہم کام سمجھ لیا ہے، کام یقیناً اچھا ہے اور اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

لئے ہے، پھر بھی یہ وہ مشن نہیں ہے جسے پیغمبرانہ مشن کہا جاتا ہے، مسلمانوں کے لئے بہت سے مفید کام کئے جارہے ہیں ان کی دینی تعلیم کے لئے،ان کی عصری تعلیم کے لئے،ان کی اقتصادیات کی بہتری کے لئے،لیکن یہ سارے کام اصل پیغمبرانہ کام سے فروتر کام ہیں۔مولانا علی میاں کے کاموں کا دائرہ جتنا وسیع ہے اس کی نظیر نہیں ملتی ہے۔

پھر یہ بھی مولانا کا جہاد تھا کہ مسلمانوں میں ایمان کی حرارت پیدا کرنے کے لئے مولانا نے آسمان وزمین کے قلابے ملادئے اور دشت ودریا سب عبور کرڈالے اور ملکوں ملکوں کا سفر کیا اور وہ بھی صحت کی خرابی اور علالت کے ساتھ،اپنی تمام معذوریوں کے باوجود مولانا بہت فعال اور متحرک شخصیت کے مالک تھے اور روح جہاد ان کے اندر حلول کر گئی تھی،اپنی تمام علمی اور دینی مصروفیات اور عالم اسلام سے گہرے تعلقات کے باوجود مولانا سب سے ملتے تھے، ہر ایک کی مدد کے لئے تیار رہتے تھے اور اخلاق نبوی سے متصف تھے۔پورے عالم اسلام کی نگرانی اور نگہبانی کا فریضہ انجام دیتے تھے،اور وہاں اہل دین کے ہاتھ میں سیاست کی زمام دیکھنے کی خواہش نے اور راہل حکومت کو دین کی طرف راغب کرنے کے جذبہ نے مولانا سے طاقتور عربی میں کتابیں لکھوائیں،سیاسی لیڈروں سے ملاقاتیں کروائیں،مولانا کی سوز وگداز سے لبریز عربی اور اردو میں بہت سی تحریریں ہیں، اور کتابیں ہیں جن میں مولانا نے اپنا دل نکال کر رکھ دیا ہے۔

بیسوس صدی شروع ہوئی تو عالم اسلام مغربی تہذیب کی یلغار کو اسلامی تہذیب کی ڈھال پر روکنے کی کوشش کررہا تھا، عرب دنیا میں جمال الدین افغانی کے شاگرد شیخ محمد عبدہ اور رشید رضا تھے اور کچھ دوسرے اصحاب قلم تھے، جن کی اسلامیات پر ادب آمیز اور فکر انگیز تحریروں کے دل نشین تیر دل میں ترازو ہورہے تھے، پھر اخوان المسلمون کی تحریک کے مصنفین تھے جنہوں نے قلم کے میدان میں شہسواری اور پختہ کاری کا ثبوت دیا اور مغربی افکار کا کامیاب مقابلہ کیا، برصغیر میں مسلمانوں میں بیداری پیدا کرنے میں علامہ اقبال کے کلام کا بہت بڑا ہاتھ ہے، ہندوستان میں شبلی،سید سلیمان ندوی، ابوالاعلی مودودی اور مولانا ابوالکلام آزاد تھے،جنہوں نے بیداری پیدا کی اور اسلام پر نئے سرے سے اعتماد پیدا کیا،اسی کاروان علم وقلم میں مولانا ابوالحسن علی ندوی کا نام بھی آتا ہے،جنہوں نے تقریر وتحریر کے ذریعہ تصوف و تزکیہ نفس کو جدید علم کلام سے اور عہد حاضر کے مسائل سے بہم کرنے اور نئی نسل کی شاخوں کو دین اسلام کے شجر سے وابستہ رکھنے کی پوری کوشش کی،مصر میں جب فرعونیت کے احیاء کوشش ہوئی اور عرب قومیت کا نعرہ بلند کیا گیا تو مولانا کی تحریریں صور اسرافیل بن گئیں، ان کا قلم تیغ اصیل بن گیا، اور ان کی تحریریں برصغیر اور ہندستان سے لے کر تمام عرب ملکوں میں پڑھی گئیں، کیونکہ مولانا کی عربی نثر اردو سے زیادہ طاقتور تھی، پھر مولانا کی کتابوں کے دنیا کی زبانوں میں ترجمے ہوئے، مولانا کی یہ وہ خصوصیت ہے جس میں برصغیر کا کوئی عالم ان کا شریک نہیں اور اسی وجہ سے وہ پورے عالم اسلام کو خطاب کرنے کے لائق ہوئے ، انہوں نے مسلم حکمرانوں کو بھی نصیحتیں کیں، کئی عرب حکمرانوں کے نام خطوط آج بھی محفوظ ہیں،لیکن مسلم حکمرانوں نے بحیثیت مجموعی مولانا کی بات نہیں مانی،لیکن اب حکمرانوں کو نصیحت کرنے والا بھی کوئی باقی نہیں رہا۔ رہے نام اللہ کا

اپیل برائے دعائے مغفرت

قاضی عبدالعلی صدیقی بھوپالی مرحوم کے چھوٹے بھائی عبد السمیع کی اہلیہ محترمہ نسیمہ نے ۱۱رجنوری کو وفات پائی۔
اسی روز قاضی صاحب کے بڑے بیٹے حکیم عبدالقوی صاحب کے داماد جناب حامد شاہ نے بھی جے پور میں انتقال فرمایا۔
۱۹رجنوری کو قاضی صاحب کے ایک بیٹے جناب عبدالاعلیٰ نے بھوپال میں سفر آخرت اختیار کیا۔
قارئین ارمغان سے خاص طور پر دعا کی درخواست ہے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

شہنشاہ حکمت وتدبر

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ

راحت علی صدیقی فاسمی

بعثت نبویؐ کے بعد جب دعوت وتبلیغ کا سلسلہ شروع ہوااور نبی آخرالزماں نے لوگوں کوحق وانصاف اورزندگی کی حقیقت سے باخبر کرنا شروع کیا،انہیں مالک حقیقی کی عبادت کا حکم دیا،سچائی، ایمان داری،امانت ودیانت کا سبق دینا شروع کیا،سماج ومعاشرہ کی کھوکھلی عمارت کواستحکام عطا کرنا چاہا،توصورت حال ہی تبدیل ہوگئی، اعتماد کرنے والے، صادق وامین کہنے والے ،شرافت و دیانت کا پیکرمجسم سمجھنے والے،محبت وعقیدت کا دم بھرنے والے، عزت واکرام کا تاج سر پر رکھنے والے،نفرت وعداوت کرنے لگے، دیوانہ اور پاگل خیال کرنے لگے،زبانیں دراز ہوگئیں، ذلیل ورسواکرنے کے لئے مواقع تلاشنے لگے،محبت وعقیدت کا تاج محل پل بھرمیں چکناچورہوگیا،آپ ہی نہیں بلکہ آپ کے محبین ومحسنین کے ساتھ بھی اس طرز کو روا اور جائز رکھا گیا، نبی آخرالزماں کی دعوت پر لبیک کہنا جان آفت میں ڈالنا ٹھہرا،جو بھی دعوتِ حق پر لبیک کہتا،مکہ اپنی وسعت کے باوجوداُس پرتنگ کردیا جاتا،سختیاں دی جاتیں،تکالیف واذیت کے پہاڑ توڑے جاتے ،اپنوں کے درمیان بیگانہ کردیا جاتا،والدین عزیز واقارب اُسے اپنی زندگی ہی نہیں دل سے بھی نکال کر پھینک دیتے ،اس کے باوجودحق کی آواز پر لبیک کہنے والے موجود تھے،اوراسلام مکہ کی مشکل ترین راہوں سے اپنا سفرآگے بڑھارہا تھا،

اس دور میں جو بھی ایمان قبول کرتا تھا،اسے سخت ترین امتحانات درپیش ہوتے تھے۔دعوت کے ذریعے رسول اللہ ﷺ لوگوں کے مردہ قلوب کو حیات جاودانی بخش رہے تھے، ایمانی حرارت سے محروم قلوب کوحرارتِ ایمانی سے سرشار کررہے تھے اور یہ سلسلہ آگے بڑھتا جارہا تھا،جو دولت ایمان سے مستفید ہوتا تھا،وہ اپنے قلب کی تپش سے دوسروں کے قلوب کی انگیٹھی کو سلگا دیا کرتا تھا،انہیں ایمانی حرارت سے مالا مال کردیتا تھا،صدیق اکبررضی اللہ عنہ ایمان لائے،توانہوں نے دعوت وتبلیغ کے میدان میں نمایاں خدمات انجام دیں،آپ کی محنت اورقلبی لگن کے مثبت نتائج سامنے آئے، چنانچہ صدیق اکبر کی دعوت پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف دولت ایمان سے مالا مال ہوئے،عبدالرحمٰن بن عوف ایمان قبول کرنے والے قافلہ میں اولیت کا درجہ رکھتے ہیں،ابھی چند ہی لوگ ایمان لائے تھے،مکہ کی ہوائیں موافق نہیں ہوئی تھیں،عبدالرحمٰن بن عوفؓ کوبھی ابتلاء وآزمائش کے مراحل سے گذرنا پڑا،وطن عزیز کوخیرباد کہنا پڑا،آپ نے حبشہ کی جانب ہجرت کی اور اس کے بعد مدینہ کی جانب ہجرت کی، ایمانی تقاضوں پر کھرے اترے،حکمت ودانائی،تدبروتفکر کی اعلیٰ ترین صلاحیتیں اصحاب رسول میں موجود تھیں، اللہ تعالی نے انہیں ذہانت وفطانت سے نوازا تھا،تدبروتفکر،صلاح وفلاح کا قیمتی جوہر انہیں ودیعت فرمایا تھا،عبدالرحمٰن بن عوف بھی ان اوصاف سے متصف تھے، آپ حکمت و دانائی میں یکتا تھے، آپ کی ہوشیاری ودانشمندی کی مثالیں تاریخی کتابوں میں موجود ہیں،اللہ نے آپ کو بلا کی ذہانت عطا فرمائی تھی، آپ کی نگاہ اول ہی حالات کو پورے طور پر پرکھ لیتی تھی،معاملہ فہمی،مزاج شناسی،حق گوئی،دانش مندی،اصابت رائے آپ کی اہم ترین خصوصیات تھیں ، آپ نے مدینہ کی جانب ہجرت فرمائی،ہجرت کے بعد جب نبی آخرالزماں نے مواخات کا معاملہ کیااورانصارومہاجرین کے درمیان ایک ایسا رشتہ قائم کیا،جس کے سامنے دنیا کے تمام رشتے ہیچ تھے،اس کی عملی مثالیں تاریخ کے اوراق پرستاروں کی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

مانند روشن ہیں،عبدالرحمٰن بن عوف کو سعد ابن الربیع انصاری کا بھائی بنا دیا گیا، سعد ابن الربیع بہت زیادہ مال دار تھے، سخاوت کے اوصاف ان میں بدرجہ اتم موجود تھے، جس کا مظاہرہ انہوں نے کیا، اور عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا کہ میں اپنے مال کو پورے طور پر دو حصوں میں تقسیم کر دیتا ہوں، میری دو بیویاں ہیں، ان میں سے ایک کو طلاق دے دیتا ہوں، آپ اس سے شادی کر لیجئے، عبدالرحمٰن بن عوف نے ان کی محبت و اخوت کو قبول کیا، لیکن ان کی دولت اور بیوی سے استفادہ کو مناسب نہیں سمجھا، اور دعاؤں کے ساتھ اس ہدیہ کو لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ مجھے بازار دکھا دو، چنانچہ آپ کو بازار دکھایا گیا اور آپ نے ذہانت و فطانت اور دور رس نگاہ کا واضح ثبوت پیش کیا، جس کا اندازہ اسی سے ہو جاتا ہے کہ چند دنوں ہی میں آپ بہت بڑے تاجر ہو گئے اور آپ کی دولت و ثروت کا چرچا ہو گیا، دینی معاملات میں بھی آپ کی نگاہ بہت گہری تھی، معاملات کو پرکھتے تھے، حالات پر نگاہ رکھتے تھے، وقت کے تقاضوں کا خیال رکھتے تھے، آپ کی آراء اصحابِ نبی کے درمیان معتبر و معتمد سمجھی جاتی تھی، بہت سے مواقع ہیں جہاں آپ کی رائے پر اعتماد کرتے ہوئے فیصلہ کیا گیا اور کامیابی نصیب ہوئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد خلافت کا مسئلہ انتہائی اہم تھا، سقیفہ بنی ساعدہ میں اس مسئلہ پر حالات ناموافق تھے، حضرت عبدالرحمٰن نے اس مسئلہ کے حل میں اہم کردار ادا کیا، بیعت کرنے میں بھی سبقت کی، وہ تیسرے فرد تھے جنہوں نے صدیق اکبر کے ہاتھ پر بیعت کی، مشکل ترین اور اہم معاملات میں ان کی رائے قابل اعتماد تھی، صدیق اکبرؓ کے مشیر تھے، فاروق اعظم کے زمانے میں بھی مجلسِ شوریٰ کے اہم ترین رکن رہے، حضرت عثمان غنیؓ کا بطور خلیفہ انہوں نے ہی انتخاب کیا، حضرت عمرؓ کو عراق سے فوج کشی کے موقع پر انہوں نے لشکر کے ساتھ نہ جانے کی صلاح دی اور ان کی رائے پر ہی فیصلہ ہوا، ان کی جگہ حضرت سعد کا انتخاب کیا جو انتہائی کامیاب ثابت ہوا۔

حضرت عبدالرحمٰن نے اپنی ذہانت و ذکاوت کو محض ذاتی مفاد کا ذریعہ نہیں بنایا، لوگوں کو دھوکے اور فریب نہیں دئے، بلکہ ہمیشہ دین کی عظمت اور بلندی ہی ان کا مقصد اول رہی، خلافت جیسے اہم ترین اعزاز سے اپنے آپ کو الگ کر لینا، اس کی واضح دلیل ہے، جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی اور خلافت کو چھ لوگوں کے درمیان دائر کیا گیا، ان چھ لوگوں میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا نام شامل تھا، پھر تین افراد نے ان کی رائے کے مطابق اپنے سے بہتر افراد کے نام پیش کئے، ان میں بھی حضرت عبدالرحمٰن کا نام تھا، ان کے ساتھ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کا نام تھا، اس موقعے پر انہوں نے اپنا نام واپس لیا، وہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے بہتر اور اچھا سوچنے والے تھے، ان کا ذہن دین کی عظمت کے لئے فکرمند رہتا تھا، غزوات میں شریک ہوئے بہادری کے نمونے پیش کئے، غزوہ احد میں جان پر کھیلے، بیس زخم لگنا اس دعوے کو مدلل کرتا ہے، زندگی بھر لنگڑا کر چلتے تھے، اس سب کے باوجود ذاتیات ان پر کبھی غالب نہیں ہوئیں، فتح مکہ کے موقع پر حضرت خالد بن ولیدؓ نے جب تلوار چلائی تو انہوں نے اعتراض کیا اور اپنے والد کے خون کا بدلہ لینے کو بھی پسند نہیں کیا، وہ اسلامی محبت کے سامنے ہر محبت کو تج چکے تھے، اسلامی احکامات اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات پر عمل کرنا ہی ان کا مقصد اول تھا، دولت مند تھے، اور مال و دولت اللہ کی راہ میں صرف کرنا انہیں بیحد پسند تھا، متعدد مواقع پر انہوں نے اللہ کی راہ میں کثیر مال صرف کیا، کثرت سے غلام آزاد کئے، اور وفات کے وقت بھی پچاس ہزار دینار اور ایک ہزار گھوڑے اللہ کی راہ میں خرچ کئے، اس کے علاوہ بدری صحابیوں کے لئے چار چار سو دینار کی وصیت کی، اس وقت ۱۰۰ بدری صحابہ بقید حیات تھے ان تک یہ تعاون پہنچا، اور وہ مستفید ہوئے، ۷۵ سال کی عمر میں وفات پائی، حضرت عبدالرحمٰن نے اپنی جان مال سے اسلام کی عظیم خدمت کی، اور سبق چھوڑ گئے کہ ہم اپنی اہم ترین صلاحیتیں دین کی سربلندی کے لئے استعمال کریں، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں کوتاہی نا کریں، یہی کامیابی کی شاہ کلید ہے۔

☆☆☆

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

خبروں کی دنیا

News World

محمد ادریس ولی اللہی

پھلت میں تعلیمی بیداری نشست

۱۵؍جنوری کو پھلت میں تعلیمی بیداری نشست کو خطاب کرتے ہوئے ڈاکٹر عبدالقدیر خاں نے کہا کہ دینی اور عصری علوم میں دوئی اور تفریق سے اس خیر امت کا ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے، اب ہم نظام کو فالو کرنے والوں میں ہیں، رہنمائی ہمارے ہاتھ میں نہیں رہ گئی ہے، انھوں نے کہا نئی نسل ہی ہمارا مستقبل ہے یہ ہمارے خود کے اختیار میں ہے کہ نئی نسل کا رزخشاں مستقبل چاہتے ہیں یا پھر اندھیرے میں بھٹکتے رہنا چاہتے ہیں۔ قابل ذکر ہے کہ اس پروگرام میں مظاہر علوم سمیت متعدد بڑے اداروں کے ذمہ داران نے شرکت کی، ڈاکٹر عبدالقدیر نے شاہین اکیڈمی کے حفظ القرآن پلس پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ چند برس پہلے حفاظ کے لئے یہ پروگرام شروع کیا گیا تھا جواب پورے ملک میں جاری ہے، اور مظفرنگر سمیت مغربی یوپی میں بھی کئی شاخیں اس میدان میں کام کررہی ہیں، اس نظام کے تحت ہمارے حفاظ خالص دینی ماحول میں نو، دس اور بارہویں کلاس کی تیاری کرتے ہیں اور سرکاری نہج پر امتحان دے کر اپنا معیار بناتے ہیں، آج اس طرح کے فارغین کی تعداد سیکڑوں میں ہے۔ ضرورت ہے کہ یہی حفاظ آئی اے ایس، آئی پی ایس اور وکیل بھی بنیں، اور اس طرح کے جزوی مراکز تمام مساجد میں ہوں، جہاں سے ہمارا بچہ دینی اور عصری دونوں علوم حاصل کرکے نکلے۔

مشہور داعی اور جامعہ شاہ ولی اللہ پھلت کے ناظم مولانا محمد کلیم صدیقی نے فرمایا شاہین اکیڈمی اور اس کے ذمہ دار ڈاکٹر عبدالقدیر خاں کا پھلت کی اس تاریخی سرزمین پر استقبال ہے، ان کی دردمندی اور فکر نے ویرانوں میں پھول کھلا دیئے ہیں اور امیدوں کے چراغ روشن کردیئے ہیں، سخت سردی کے موسم میں ان کا یہاں کا سفر ہمیں آمادہ کرتا ہے کہ ہم ان کا تعاون کریں اور ان کے کاموں سے فائدہ اٹھائیں۔ مولانا نے فرمایا دینی حلقے کے لوگوں کو عصری تعلیم کے میدان میں اپنے بچوں کو بھیج کر ہمیں ان کی دعوتی ذہن سازی کی فکر کرنی ہے، اور کردار سازی کا کام انجام دینا ہے،

جناب امیر احمد عابدی نے وژن انٹرنیشنل اکیڈمی کا تعارف کرایا اور اس کی تفصیلات بیان کیں، اور اپنے بچوں کو وژن میں بھیجنے کی درخواست کی، ارمغان کے مدیر مولانا وصی سلیمان ندوی نے پروگرام کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی، پروگرام کے کنوینر اور صفہ اکیڈمی مظفرنگر کے ذمہ دار مولانا اکرم ندوی نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔

جامعہ امام ولی اللہ پھلت میں ششماہی امتحانات

رواں سال عالمی وبا کورونا وائرس سے تعلیمی ادارے خاص طور پر بری طرح متاثر ہوئے ہیں، تعلیمی سلسلہ تقریباً ٹھہر ہی گیا ہے ایسے حالات میں جامعہ امام ولی اللہ پھلت کی انتظامیہ نے آن لائن تعلیم کا سلسلہ وقت پر ہی شروع کردیا تھا تاکہ طالبان علوم نبوت کا تعلیمی سال کا نقصان بھی نہ ہو اور تعلیم سے وابستگی باقی رہے۔

الحمد للہ جامعہ پھلت میں ششماہی امتحانات بھی وقت پر ہوئے اور آن لائن امتحان کا تجربہ کیا گیا، جامعہ کی امتحان کمیٹی نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ نظام میں شفافیت لانے کے لئے سبھی درجات کے طلباء نے یا تو ویڈیو کالنگ یا پھر زوم ایپ کی مدد سے امتحانات دیئے، قرب وجوار کے اور مقامی طلباء نے جامعہ میں حاضر ہوکر امتحانات دئے، امتحانات کا یہ سلسلہ ڈیڑھ ہفتہ تک جاری رہا اور سبھی طلباء کا امتحان لیا گیا، اس کے بعد ایک ہفتہ کے لئے معمول کے مطابق ششماہی تعطیلات کا اعلان کیا گیا تھا، اور اب معمول کے مطابق دوبارہ تعلیم شروع کردی گئی ہے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

فقہی مسائل

مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی

س: زید نے کچھ قرآن پاک یا مکمل حفظ کیا تھا اور اب وہ اسے بھول گیا تو کیا اب اس کا گناہ معاف ہوسکتا ہے؟

ج: اسلام میں شرک کے علاوہ ہر گناہ کی تلافی ہے۔ قرآن کریم کو یاد کرنے کے بعد جان بوجھ کر بھلا دینا انتہائی سخت گناہ ہے، اور ایسے شخص کے بارے میں حدیث شریف میں سخت وعیدیں آئی ہیں، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قرآنِ کریم پڑھ کر بھول جائے تو وہ قیامت کے دن اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہوگا۔

اس حدیث کی تشریح میں علامہ نواب قطب الدین خان دہلویؒ لکھتے ہیں: ''حنفیہ کے ہاں بھول جانے سے مراد یہ ہے کہ دیکھ کر بھی نہ پڑھ سکے، جب کہ حضرت امام شافعیؒ کے ہاں اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے قرآن حفظ کیا، پھر اسے بھول گیا کہ حفظ نہ پڑھ سکے، یا پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پڑھنا چھوڑ دے خواہ بھولے یا نہ بھولے۔ بہرحال جو شخص اپنی غفلت اور لاپرواہی کی وجہ سے قرآنِ کریم بھول جائے وہ اس وعید میں شامل ہے، جو شخص مسلسل اپنی محنت اور عزم سے قرآن کریم کو یاد کرتا رہے لیکن حافظہ کی کم زوری کی وجہ سے پختگی مضبوط نہ رہ سکی، تو امید ہے کہ ان شاء اللہ اس وعید سے محفوظ رہے گا۔

س: نابالغ بچہ اذان دے سکتا ہے یا نہیں؟

ج: اذان واقامت کے کلمات کی ادائیگی کیلئے ضروری ہے کہ کوئی ایسا عاقل اور معتبر آدمی کہے جس پر لوگ بھروسہ کرتے ہوں تاکہ اذان کا مقصد صحیح طور پر حاصل ہوسکے۔ لہٰذا اتنا کم عمر بچہ جس میں ابھی شعور پیدا نہ ہوا ہو اور وہ اذان واقامت کا مقصد بھی نہ سمجھتا ہو، اگر اذان واقامت کہہ دے تو اس کا اعادہ ضروری ہے۔ البتہ جو لڑکے ابھی نابالغ ہیں، لیکن باشعور اور سمجھ دار ہیں، اور اذان کے کلمات صحیح طور سے ادا کرلیتے ہیں، ان کی اذان بلا کراہت درست ہے، تاہم بہتر یہی ہے کہ بالغ شخص اذان و اقامت کہے۔ **ینبغی ان یکون المؤذن رجلاعاقلاصالحا تقیاعالمابالسنة کذا فی النهایة** (الفتاویٰ الھندیہ:۱/۵۳) **وذکر فی البدائع ایضاً أن اذان الصبی الذی لایعقل لایجزی ویعاد، لان مایصدر لاعن عقل لایعتد به کصوت الطیور.** (شامی:۱/۳۹۴) **اذان الصبی العاقل صحیح من غیر کراهة فی ظاهر الروایة ولکن اذان البالغ افضل واذان الصبی الذی لا یعقل لا یجوزویعاد وکذا المجنون هکذا فی النهایة .** (الفتاویٰ الہندیہ:۱/۴۵)

س: کیا منگنی کرنا جائز ہے؟ کہیں گناہ تو نہیں؟

ج: منگنی کی حیثیت صرف وعدۂ نکاح کی ہے وہ بذاتِ خود نکاح نہیں ہے اور نہ نکاح کے لیے کوئی واجبی عمل ہے، منگنی کے بغیر بھی نکاح ہوسکتا ہے، اس کو ضروری سمجھنا بھی غلط ہے، منگنی کا عمل اگر رسومات وخرافات سے پاک ہو، کسی ناجائز اور حرام امر کا ارتکاب نہ ہو تو منگنی کرنے میں مضائقہ نہیں، جائز ہے بہتر یہی ہے کہ اس رسم سے بچا جائے۔

س: قسم ٹوٹ جانے یا توڑ دینے کا کفارہ کیا ہے؟

ج: آج کے دور میں قسم توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو صبح شام پیٹ بھر کر کھانا کھلایا جائے، البتہ اگر کوئی شخص ایسا فقیر ہو کہ اس میں کھانا کھلانے کی استطاعت ہی نہ ہو، تو وہ ایک قسم توڑنے کے بدلے میں لگاتار تین روزے رکھ سکتا ہے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کتاب نما

نام کتاب : اسلام اور انسداد جرائم
مرتبین : مولانا معشوق احمد مظاہری
صفحات : 288 قیمت :=/200روپے
ملنے کا پتہ : کتب خانہ افتخاریہ، نزد مدرسہ عیدگاہ، کیرانہ روڈ
کاندھلہ، ضلع شاملی (یوپی) 247775

اسلام دین فطرت ہے، اس کے تمام قوانین اور ضابطے انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں، اس لئے اس میں انسانی مزاج اور احساسات کی پوری رعایت رکھی گئی ہے، اور ایسا کیوں نہ ہو کہ یہ قوانین اُس اللہ کے بنائے ہوئے ہیں جس نے انسان کو پیدا کیا اور وہ اس کی ہر طرح کی نفسیات سے واقف ہے۔ جرائم کے انسداد کے سلسلہ میں بھی اسلام کا طریق کار فطرت انسانی کے عین مطابق ہے، جرم کی روک تھام، اور برائیوں کے سد باب کے سلسلہ میں اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ وہ پہلے کسی جرم کے اسباب و امکانات پر بندش لگاتا ہے، اس جرم کے نقصانات اور خطرناکی کو بیان کرتا ہے، اس سے رکنے کی ترغیب دیتا ہے، اور جرم کے ارتکاب سے پہلے ہی اس پر بندش لگانے کا راستہ نکالتا ہے، اس سب کے باوجود اگر کسی سے جرم سرزد ہو جائے تو پھر مجرم کے لئے بغیر کسی رُو رعایت کے سخت سزا کا انتظام کرتا ہے، زنا و بدکاری کے انسداد کے لئے اسلام نے پہلے مردوں اور عورتوں کو نگاہ نیچی رکھنے کا حکم دیا، پھر ان کے بے محابا اختلاط پر پابندی لگائی، پردہ کے تفصیلی احکام دیئے، حلال اور حرام رشتوں کی تعیین کی، اور ایسے تمام دروازے بند کر دیئے جن سے گذر کر کوئی مجرم اس جرم تک پہنچ سکے، پھر اس عمل کے مجرموں کے لئے رجم اور کوڑے کی سخت سزا کا قانون متعین کیا تاکہ دوسروں کو عبرت ہو اور یہ جرم سماج کے دوسرے حصوں تک نہ پھیل سکے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر اس نظام کو اپنا لیا جائے تو دنیا سے ایسے جرائم کا خاتمہ ہو جائے۔

ایسے بہت سے مذہبی اور سماجی جرائم کے سلسلہ میں اسلام کے نقطہ نظر سے واقفیت موجودہ دنیا کی بہت بڑی ضرورت ہے، جناب مولانا معشوق احمد مظاہری لائق تعریف ہیں کہ انھوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور ایک جاندار، شاندار، اور مفید کتاب تیار کر دی، اور اس میں اس موضوع کے بہت سے پہلوؤں کا احاطہ کر لیا، مولانا معشوق صاحب ایک ذی استعداد عالم دین ہیں، مدتوں سے درس و تدریس سے وابستہ ہیں، اور افہام و تفہیم کا بہتر سلیقہ رکھتے ہیں، اس کتاب کے ذریعہ انھوں نے ایک اہم موضوع پر اسلامی نقطہ نظر پیش کیا ہے، اور اردو قارئین کو ایک گراں قدر تحفہ عطا کیا ہے۔

کتاب پر مفتی ذکاوت حسین قاسمی، شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ دہلی کی تقریظ بھی موجود ہے، جس سے کتاب اور اس کے موضوع کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے، وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''مولانا موصوف نے قرآن کریم کی آیات اور احادیث کریمہ کے حوالوں سے جرائم و محرمات اور منکرات کی تفصیل اور ان کے سد باب کا اسلامی نظام و طریقہ بہت محقق و مدلل انداز میں ترتیب دے کر اس فریضہ کو انجام دیا ہے جو وارثین انبیاء پر عائد ہوتا ہے۔''

یہ اپنے موضوع پر ایک معلوماتی اور مفید کتاب ہے، اور اس سے، برائیوں کے خاتمے اور جرائم کی روک تھام کے بارے میں اسلام کے نقطہ نظر سے واقفیت ہوتی ہے، اور دین پر اعتماد میں اضافہ ہوتا ہے، اس لئے یہ کتاب ہر خاص و عام کے مطالعہ سے گذرنی چاہئے، اور اس کی بڑے پیمانہ پر اشاعت کی فکر کی جانی چاہئے۔

سالانہ تقسیم اسناد کے موقع پر مخدوم گرامی قدر حضرت م

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

آخری صفحہ

فن دعوت کا تعلیمی نصاب

مولانا محمد کلیم صدیقی

خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم کے حکم پر حیدرآباد المعہد العالی میں حاضری ہوئی، تو مولانا نے اس حقیر کے روم میں تشریف لائے، اور فرمایا کہ حیدرآباد کے کچھ مؤقر علماء تشریف لائے ہیں، آپ سے ملاقات چاہتے ہیں، اس حقیر نے عرض کیا اس گنوار کے لئے علماء کی زیارت صد سعادت ہے، حاضر ہوا تو خاصی تعداد میں لوگ موجود تھے، حیدرآباد کے بڑے مقبول بلکہ ملک کے ممتاز عالم دین حضرت مولانا رضوان القاسمی بھی تشریف رکھتے تھے، علماء نے بات کرنے کے لئے مولانا کو متکلم بنایا، مولانا نے اس حقیر سے سوال کیا کہ آپ پانچ سال پہلے لگا تار تین سال تک حیدرآباد کا سفر کر کے اہل علم اور مدارس کے ذمہ داروں کو کار دعوت کی طرف متوجہ کر کے گئے، اور ہم نے مدرسہ سبیل السلام اور دارالعلوم حیدرآباد میں شعبہ تخصص فی الدعوۃ شروع بھی کر دیا، مگر مشکل یہ ہے کہ ہمارے پاس مختلف موضوعات کی تکمیل اور تخصص کیلئے باقاعدہ مرتب نصاب موجود ہے، تفسیر، حدیث، فقہ، ادب وغیرہ کے تخصصات کیلئے مرتب نصاب موجود ہے اور ہم اس کو پڑھا رہے ہیں، ہم نے آپ کے کہنے سے دعوت کا تخصص شروع تو کر دیا، مگر دعوت کا مرتب و منظم نصاب درسی انداز کا موجود نہیں ہے تو ہم کیا پڑھائیں؟ ارمغان کے شمارے جو آپ کے مضامین پر مشتمل، یا دعوت نمبر کے طور پر شائع ہوئے ہیں وہ ترغیبی رسائل تو ہیں مگر وہ درسی نصاب نہیں ہیں، اس کے لئے ہم کیا کریں؟

اس حقیر کے ذہن میں بروقت بات آئی وہ اس حقیر نے ان علماء سے عرض کر دی، کہ دعوت کے لئے الگ سے نصاب مرتب کرنے کی کیا ضرورت ہے، قرآن وسیرت دعوت کا مکمل نصاب ہے، بس قرآن وسیرت کو دعوتی نظریہ سے پڑھائیے۔ جواب دے کر یہ حقیر بھی خوش اور مطمئن ہو گیا، کہ کیسا خوب صورت جواب اللہ نے دلوایا، اور علماء بھی بہت متاثر اور مطمئن ہوئے، لیکن جب رات کو بستر پر لیٹا تو اس حقیر کو خود اپنے جواب کی خامی کا احساس ہوا کہ قرآن و سیرت تو ہمارے تمام دینی موضوعات کا نصاب ہے، اگر ہم تفسیر پڑھائیں گے تو کہاں سے، قرآن و سنت سے، حدیث کا تخصص پڑھائیں گے تو یہ بھی قرآن وسنت سے ہی پڑھائیں گے، فقہ وفتاویٰ اور اس کے اصول بھی ہم صرف قرآن وسنت میں ہی تلاش کرتے ہیں، یہاں تک کہ ادب میں بھی اساس قرآن وسنت کے علاوہ کہیں اور نہیں ہو سکتی۔ یہ حقیر سکتہ میں آ گیا اور آج تک دل ودماغ پر اس کا اثر ہے، یہ کیسا المیہ ہے کہ خیر امت اور خواص، اور وہ طبقہ جو بحیثیت فن پورا دین پڑھاتا ہے، اس کے پاس دعوت کا مرتب مدون نصاب موجود نہیں ہے، یہ بالکل ایسے ہے جیسے انجینئرنگ کالج کے ذمہ داروں کے پاس انجینئرنگ کا نصاب موجود نہ ہو، میڈیکل کالج کے پاس میڈیکل سائنس کا مدون ومرتب نصاب موجود نہ ہو، یعنی اطباء کے پاس طب کا نصاب موجود نہیں، بی ایڈ، ڈی ایڈ کالج کے ذمہ داروں کے پاس بی ایڈ، ڈی ایڈ کا نصاب موجود نہیں۔ موٹی عقل والا آدمی بھی یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ یہ امت جس کو ختم نبوت کے صدقہ میں نیابت نبوت پر فائز کر کے خیر امت کا عظیم الشان منصب عطا کیا گیا، اور فریضہ دعوت کو اس کا فرض منصبی بنا کر قیامت تک اس کی سربلندی کا نظم فرمایا گیا، اس پوری امت کے علماء اور معلمین کو، جنہوں نے مختلف موضوعات کیلئے ہزاروں فنون ایجاد کر دیئے ان کو اپنے منصبی فریضہ کو ادا کرنے، اور دعوت کے سلسلہ میں رہبری کے لئے بحیثیت فن اس کی تعلیم وتربیت کا نصاب مرتب ومدون کرنے کا خیال نہیں آیا۔ تو یہ امت خیر امت کے منصب پر رہنے کا کس طرح حق رکھتی ہے؟

امام مالک کا مشہور ارشاد ہے: لن یفلح ہذہ الامۃ الا بما صلح بہ اولہا (اس امت کے بعد والے اسی راہ پر چل کر فلاح یاب ہو سکتے ہیں جس پر چل کر پہلوں نے فلاح پائی) خیر القرون کے وہ پہلے اونٹ بکریاں چرانے والے بدّو اور اعرابی، ایران وروم اور پانچ براعظم پر قرآن کی حکمرانی کرنے والے بنے، صرف قرآن کو نصاب دعوت اور نصاب ہدایت بنا کر پڑھنے اور پڑھانے سے۔ وہاں کے مدرسوں میں چاہے وہ دارارقم ہو یا دار ابی ایوب اور صفہ نبوی کا مدرسہ، نہ صرف ہر پڑھنے پڑھانے والے کو، ہر لفظ اور ہر لائن کو خیر امت کا نصاب دعوت سمجھ کر پڑھا یا جاتا تھا، بلکہ گھر کی خواتین اپنے بچوں کو دودھ پلاتی یا کھانا بناتی تھیں تو صرف اس خیال سے کہ ہم اس کھانے سے ایک ایسے طالب علم کو تقویت اور خوراک فراہم کر رہے ہیں جو داعی بنکر اللہ کے کلمہ کو اللہ کے بندوں تک پہنچانے کی مہارت حاصل کریگا

مگر افسوس اس حادثہ پر کہ خیر امت کے معلمین اور تعلیمی اداروں نے اپنے منصبی فریضہ کو اس قدر نظر انداز کیا کہ اس فریضہ کا نصاب بنانے کا خیال بھی ان کو نہیں آیا۔ کاش ہم ہوش کے ناخن لیتے !!